بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ

نضر اللہ امرءًا سمع منا حدیثًا فحفظه حتی یبلغه

شعبان ۱۴۳۵ھ
جون 2014ء

بانی

محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

مکتبۃ الحدیث

حضرو، اٹک : پاکستان

www.ircpk.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

118

اَللّٰہُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ

ماھنامہ

اشاعۃ الحدیث

حضرو

نضر اللہ امرأ اسمع منا حدیثًا فحفظہ حتی یبلغہ

جلد: 11 | شعبان ۱۴۳۵ھ جون ۲۰۱۴ء | شمارہ: 6

اس شمارے میں

قیمت

فی شمارہ : 30 روپے

سالانہ : 500 روپے

مع محصول ڈاک پاکستان

خط کتابت

مکتبۃ الحدیث

حضرو ضلع اٹک

ناشر حافظ شیر محمد الاثری

0300-5288783

مقامِ اشاعت

مکتبۃ الحدیث

حضرو ضلع اٹک

برائے رابطہ

0301-8556571

تفسیر سورۂ مائدہ (آیت: ۴)

﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَآ اُحِلَّ لَهُمْ ۭ قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ۙ وَمَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِيْنَ تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ ۡ فَكُلُوْا مِمَّآ اَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ ۠ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ④﴾

''وہ آپ سے پوچھتے ہیں کہ ان کے لیے کیا حلال کیا گیا ہے؟ آپ کہہ دیں تمہارے لیے پاکیزہ چیزیں حلال کی گئی ہیں اور (ان کا شکار) جو تم نے شکاری جانور سدھائے ہیں (جنھیں تم) شکاری بنانے والے ہو، تم انہیں اس میں سے سکھاتے ہو جو اللہ نے تم کو سکھایا ہے، چنانچہ تم اس میں سے کھاؤ جو وہ تمہاری خاطر روک رکھیں اور اس پر اللہ کا نام ذکر کرو اور تم اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔'' (۵/ المائدۃ: ۴)

فقہ القرآن:

❶ ......ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ﴾ ''بلاشبہ اس (اللہ) نے تمہارے لیے وہ چیزیں کھول کر بیان کردی ہیں جو تم پر اس نے حرام کی ہیں۔'' (۶/ الانعام: ۱۱۹)

اللہ رب العزت نے حرام کردہ اشیاء کی تفصیل بیان فرمادی ہے۔ اب ان کے علاوہ باقی سب جانور حلال ہیں۔ آیت: ﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَآ اُحِلَّ لَهُمْ ۭ﴾ میں بھی اسی کی توضیح ہے۔

نبی کریم ﷺ کی صفت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَـبٰۗىِٕثَ﴾ ''اور وہ ان کے لیے پاکیزہ چیزیں حلال کرتا ہے اور ناپاک چیزیں حرام کرتا ہے۔'' (۷/ الاعراف: ۱۵۷)

واضح ہوا کہ جو چیز شریعت نے حلال قرار دی ہے وہ طیب ہے اور جسے حرام قرار دیا وہ خبیث ہے۔

❷ ...... حافظ ابو یحییٰ محمد بن صمادح التجیبی (متوفی ۴۱۹ھ) نے فرمایا: ﴿الطَّيِّبٰتُ﴾ سے مراد حلال ہے۔ (مختصر تفسیر طبری، ص: ۱۰۷)

❸ ...... ﴿وَمَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِيْنَ﴾ الجوارح: الجارحۃ کی جمع ہے اور اس کا مادہ ''جرح'' ہے۔ سدھائے ہوئے شکاری جانور کو جوارح کہتے ہیں اور ان کے ذریعے سے کیا ہوا شکار بھی حلال ہے۔

❹ ...... امام طاؤس رحمہ اللہ ﴿وَمَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ﴾ کی تفسیر میں فرماتے ہیں: (شکاری) کتے وغیرہ اور باز (شبہاز) اسی طرح ان سے ملتے جلتے تربیت یافتہ جانور اور پرندے۔ (تفسیر طبری ٤/ ٣٤٥ وسندہ صحیح)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے فرمایا: جمہور کے نزدیک پرندوں کے ساتھ شکار کھیلنا، کتوں سے شکار کی مانند ہے کیونکہ وہ بھی کتے کی طرح شکار پر پنجوں کے ساتھ جھپٹتے ہیں اور اس میں کوئی فرق نہیں، یہی مذہب ائمہ اربعہ وغیرہ کا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ٣/ ٣١، طبع الرسالة)

❺ ...... سیّدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے مسئلہ پوچھتے ہوئے عرض کیا: ہم لوگ ان کتوں کے ذریعے سے شکار کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''جب تم اللہ کا نام لے کر یعنی تکبیر پڑھ کر اپنے سدھائے ہوئے کتے شکار کے لیے چھوڑو تو وہ جو شکار تمہارے لیے کریں تم اسے کھا سکتے ہو، اگرچہ وہ اسے جان ہی سے مار ڈالیں۔ اگر کتے نے اس میں سے کچھ کھا لیا ہو تو تم نہ کھانا، کیونکہ مجھے اندیشہ ہے کہ اس نے شکار (تمہارے لیے نہیں بلکہ) اپنے لیے پکڑا ہے۔ اگر دوسرے کتے بھی شامل ہو جائیں تب بھی نہ کھاؤ۔'' (صحیح بخاری: ٥٤٨٣، صحیح مسلم: ١٩٢٩، سنن ابن ماجه: ٣٢٠٢ واللفظ له)

❻ ...... نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ((اَلْكَلْبُ الْأَسْوَدُ شَيْطَانٌ)) ''کالا کتا شیطان ہے۔'' (صحیح مسلم: ٥١٠) اسی لیے بعض علماء کے نزدیک کالے کتے سے شکار نہیں کھیلنا چاہیے۔ (دیکھئے: تفسیر ابن کثیر ٣/ ٣١)

⑦ ...... ﴿تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ﴾ یعنی اللہ رب العزت نے انسان کو جو عقل وشعور اور علم عطا کیا ہے اسے خاطر میں لاتے ہوئے شکاری کتوں اور پرندوں کو تادیب و تربیت دینا اور شکار پکڑنے کے داؤ پیچ سکھانا۔ شکاری جانور کے لیے شرط یہ ہے کہ اسے شکار کی تربیت دی گئی ہو، یعنی اگر اسے شکار پر چھوڑا جائے تو وہ شکار پر جھپٹے اور اگر اس کو روک دیا جائے تو فوراً رک جائے اور جب شکار پکڑ لے تو اس کو نہ کھائے۔

⑧ ...... ﴿فَكُلُوْا مِمَّآ اَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ﴾ ''جس شکار کو وہ پکڑ کر تمہارے لیے روک لیں، اس میں سے تم کھا سکتے ہو۔''

امام بغوی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''علماء نے اس شکار کے بارے میں اختلاف کیا ہے جس کو شکاری جانور پکڑ کر اس میں سے کچھ کھالے۔ جمہور اہل علم اسے حرام ہی سمجھتے ہیں۔'' (تفسیر بغوی: ۱/ ٦٤٠)

⑨ ...... ﴿وَ اذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ﴾ یعنی ذبیحہ کے ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لینا شرط ہے اور وہ ''بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ'' ہے۔ دیکھئے صحیح البخاری (۵۵۵۸) یہ کلمات ہر دو صورت میں کہنے ہیں، خواہ اسے ذبح کیا جائے یا شکار پر تیر یا شکاری جانور چھوڑا جائے۔

⑩ ...... ﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ﴾ امام ابوجعفر ابن جریر طبری رحمہ اللہ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ''اے لوگو! جس چیز کے بارے میں تمہیں حکم دیا ہے اور جس چیز سے تمہیں روکا ہے، اس بارے میں اللہ سے ڈر جاؤ۔ جو امور تمہیں بتائے جا چکے ہیں ان کی مخالفت سے بچو، وہ یہ کہ تم غیر سکھائے ہوئے جانور کا شکار کھاؤ یا جو شکاری تمہارے لیے جانور روکنے کی بجائے اپنے لیے روک لیتا ہے، اس میں سے کھاؤ یا تم اسے کھاؤ جس پر ذبح کے وقت یا شکاری جانور چھوڑتے وقت اللہ کا نام نہیں لیا گیا (یعنی) جس طرح بتوں کے پجاری اور اللہ کی توحید کے انکاری اسے شکار یا ذبح کرتے ہیں۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تم پر یہ حرام کر دیا ہے، لہٰذا تم اس سے بچو۔ پھر انہیں ڈرایا کہ جس چیز سے انہیں روکا ہے، اگر انہوں نے اس کا ارتکاب کیا تو یقیناً اللہ تعالیٰ اپنی ان

نعمتوں اوراحسانات کا جلد حساب لینے والا ہے جوان پر کیے ہیں۔''
(تفسیر طبری : ٤/ ٣٥٧)

مسئلہ رفع الیدین اور غیر اہل حدیث کی بے بسی

ڈاکٹر محمود الطحان حفظہ اللہ کی معروف کتاب ''تیسیر مصطلح الحدیث'' اصول حدیث میں عام فہم ہونے کی وجہ سے عوام وخواص میں بہت مقبول ہے، یہی وجہ ہے کہ مختلف مکاتب فکر کے لوگوں نے اس کے کئی ترجمے کیے ہیں۔ان مترجمین میں سے ایک ''علامہ قاری'' محمد ہاشم سعیدی بریلوی بھی ہے۔موصوف نے ٹائٹل پر درج ذیل عبارت لکھی ہے:
''ڈاکٹر محمود الطحان کی معرکۃ الآراء تصنیف تیسیر مصطلح الحدیث کا پہلی مرتبہ ایسا شاندار اور رَواں ترجمہ کہ اس پر اردو میں لکھی گئی اصلی کتاب کا گمان ہو'' حالانکہ مترجم نے ترجمہ میں تحریف وخیانت کی بدترین مثال قائم کی ہے۔مثلاً ڈاکٹر محمود الطحان حفظہ اللہ کی عبارت:
"الأحادیث المتواترہ، منھا حدیث الحوض وحدیث المسح علی الخفین وحدیث رفع الیدین فی الصلاۃ وحدیث "نضر اللّٰہ امرأ"
(تیسیر ص : ٢٦) کا ترجمہ کیا کہ ''احادیث متواترہ کی ایک مناسب تعداد موجود ہے۔ مثلاً حوض کوثر، موزوں پر مسح کرنے، نماز میں رفع یدین نہ کرنے اور "نضر اللّٰہ امرأ" وغیرہ کی احادیث۔'' (آسان اصول حدیث، ص:۲۱)

رفع الیدین فی الصلاۃ کا ترجمہ ''رفع یدین نہ کرنے'' کرکے سعیدی مذکور نے بدترین خیانت کا ارتکاب کیا ہے جس سے واضح ہوگیا کہ مسئلہ رفع یدین میں یہ لوگ شروع سے اس قدر بے بس ہیں کہ تحریف وخیانت ہی سے اپنے عوام کو طفل تسلیاں دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ایسے مترجم اور ترجمے کے بارے میں اقتدار احمد خان نعیمی بریلوی نے لکھا: ''اس وقت ترجموں کی دوڑ نے گمراہی پھیلنے پھلنے کا خوب موقع دیا ہے اللہ تعالیٰ سب کا ایمان محفوظ فرمائے۔اکثر مترجمین بے دین گمراہ ہیں اور شیطانی خیانت کے مرتکب ہورہے ہیں۔'' (تنقیدات علی مطبوعات، ص:۷)

اضواء المصابیح

فقه الحدیث

٤٧١: وَعَنِ الْحَكَمِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: نَهَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَّتَوَضَّأَ الرَّجُلُ بِفَضْلِ طُهُوْرِ الْمَرْأَةِ، رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ، وَابْنُ مَاجَهْ، وَالتِّرْمِذِيُّ وَ زَادَ: أَوْ قَالَ: ((بِسُؤْرِهَا)) وَقَالَ: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ.

حکم بن عمرو (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کے بچے ہوئے پانی سے آدمی کو وضو کرنے سے منع کیا ہے۔ اسے ابوداود (۸۲) اور ابن ماجہ (۳۷۳) نے روایت کیا ہے۔ ترمذی (۶۴) نے یہ الفاظ زائد بیان کیے ہیں کہ یا فرمایا: ''اس (عورت) کے جوٹھے سے۔'' اور کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تحقیق الحدیث: اس کی سند حسن ہے۔

فقہ الحدیث: ۱: یہ نہی تحریمی نہیں بلکہ تنزیہی ہے اور اس کی دلیل حدیث میمونہ رضی اللہ عنہا ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ''أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم كَانَ يَغْتَسِلُ بِفَضْلِ مَيْمُوْنَةَ'' بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے بچے ہوئے پانی سے غسل کر لیتے۔ (صحیح مسلم: ۳۲۳)

۲: امام بغوی رحمہ اللہ نے فرمایا: جمہور اہل علم کا اسی پر عمل ہے کہ عورت کے بچے ہوئے پانی کا استعمال مردوں اور عورتوں سب کے لیے جائز ہے۔ نیز آپ نے فرمایا: حکم بن عمرو رضی اللہ عنہ والی حدیث اگر ثابت ہو تو منسوخ ہے۔ (شرح السنہ للبغوی: ۱/۳۵۱)

۳: ہمارے نزدیک افضل یہی ہے کہ عورت کے بچے ہوئے پانی کے استعمال سے اجتناب کیا جائے لیکن اگر کسی ضرورت کے تحت استعمال کر لیا جائے تو یہ جائز ہے۔

۴: علامہ شرف الدین الطیبی (متوفی ۷۴۳ھ) نے ''أَوْ قَالَ: بِسُؤْرِهَا'' سے متعلق فرمایا: یہ راوی کا شک ہے۔ (الكاشف عن حقائق السنن: ۲/ ۱۱۴)

٤٧٢: وَعَنْ حُمَيْدٍ الْحِمْيَرِيِّ، قَالَ: لَقِيتُ رَجُلاً صَحِبَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْبَعَ سِنِيْنَ، كَمَا صَحِبَهُ اَبُوْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ تَغْتَسِلَ الْمَرْأَةُ بِفَضْلِ الرَّجُلِ، اَوْ يَغْتَسِلُ الرَّجُلُ بِفَضْلِ الْمَرْأَةِ. زَادَ مُسَدَّدٌ: وَلْيَغْتَرِفَا جَمِيْعًا. رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ، وَالنَّسَائِيُّ، وَزَادَ اَحْمَدُ فِيْ اَوَّلِهِ: نَهٰى اَنْ يَّمْتَشِطَ اَحَدُنَا كُلَّ يَوْمٍ اَوْ يَبُوْلَ فِيْ مُغْتَسَلٍ.

حمید الحمیری سے روایت ہے کہ میں ایک آدمی سے ملا جسے ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) کی طرح چار سال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا موقع ملا تھا۔ انھوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کو مرد کے بچے ہوئے پانی سے اور مرد کو عورت کے بچے ہوئے پانی سے غسل کرنے سے منع کیا ہے۔ مسدد نے یہ زائد بیان کیا کہ ''دونوں کو اکٹھے چلو بھرنا چاہیے'' اسے ابوداود (٨١) اور نسائی (١/١٣٠، ج ٢٣٩) نے روایت کیا ہے۔ (امام) احمد (٤/١١٤) نے اس کے شروع میں یہ اضافہ نقل کیا ہے کہ آپ نے ہمیں ہر روز کنگھی کرنے یا غسل خانے میں پیشاب کرنے سے منع کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: **اس کی سند صحیح ہے۔ اسے حافظ ابن حجر نے بلوغ المرام (٦) میں صحیح قرار دیا ہے۔**

فقہ الحدیث: ١: میاں بیوی ایک برتن سے اکٹھے چلو بھر کے غسل کر سکتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ازواج مطہرات کے ساتھ ایک ہی برتن سے غسل فرما لیتے تھے۔ دیکھئے صحیح مسلم (٣٢١، ٣٢٢، ٣٢٤) وغیرہ۔

٢: روزانہ کنگھی کرنا ممنوع ہے، لہٰذا وقفے سے (ایک دو دن کا ناغہ کر کے) کنگھی کرنا چاہیے۔

٣: غسل خانے میں پیشاب کرنے کی ممانعت ہے اور اس کی حکمت بڑی واضح ہے کہ وہاں غسل کرنے کی صورت میں جسم یا کپڑے نجاست سے آلودہ ہو سکتے ہیں۔

٤٧٣: وَرَوَاهُ ابْنُ مَاجَهْ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَرْجِسٍ.

اور ابن ماجہ (٣٧٤) نے اسے عبداللہ بن سرجس (رضی اللہ عنہ) سے بھی روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: **یہ صحیح ہے۔**

حافظ ندیم ظہیر

كلمة الحديث

ماہنامہ اشاعۃ الحدیث کے دس سال اور تجدیدِ عزم

الحمد للّٰه ربّ العٰلمين والصّلٰوة والسّلام علٰى رسوله الأمين ، أما بعد:

ماہنامہ اشاعۃ الحدیث کی مسلسل اشاعت کی بنیاد محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے جون ۲۰۰۴ء میں رکھی اور تقریباً ساڑھے نو سال اس کی خوب آبیاری کی ۔ اس کے ذریعے سے احقاقِ حق اور ابطال باطل کا فریضہ سرانجام دیا، قرآن وسنت کی واضح دعوت سے لوگوں کو روشناس کرایا، علمِ حدیث عام کیا، بدعات وخرافات اور رسم و رواج کا قلعہ قمع کیا، اجماع اور سلف صالحین کے متفقہ فہم کا پرچار کیا اور قرآن و حدیث کے ذریعے سے اتحادِ اُمت کی طرف دعوت دی اور آج یہی مجلّہ ہمارے شیخ محترم رحمہ اللہ کے لیے صدقہ جاریہ ہے۔ ان شاء اللہ

ابھی یہ کل کی بات محسوس ہوتی ہے کہ استاذ محترم رحمہ اللہ نے فرمایا: ''حافظ صاحب! اگر ہمیں کوئی اچھا کمپوزر مل جائے تو ہم ایک ماہنامہ رسالے کا اجراء کر سکتے ہیں۔''

پھر کچھ عرصے کے بعد جب میں اپنے گاؤں سے کمپوزر (جناب آصف نذیر سلفی) کو لے کر آیا تو آپ بڑے خوش ہوئے اور فرمایا: ''ان شاء اللہ! اب ہم رسالے کا آغاز جلد ہی کر دیں گے۔'' پھر وہ دن بھی آ گیا جب الحدیث چھپ کر لوگوں کے ہاتھوں میں چلا گیا، اسے اتنی پذیرائی ملی کہ دیکھتے ہی دیکھتے چند دنوں میں سارا اسٹاک ختم ہو گیا اور لوگوں کے پُر زور اصرار پر اسی ہفتے میں دوبارہ شائع کرنا پڑا۔

محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے دس سال قبل نا مساعد حالات میں ''الحدیث'' کے نام سے ایک شمع جلائی تھی جس کی روشنی اب سورج کی کرنیں بن کر ہر سُو چمکا اور دھمکا رہی ہیں۔ **وللّٰه الحمد**

اس طویل عرصے میں ہمارے شیخ محترم رحمہ اللہ مختلف نشیب و فراز سے گزرے، چونکہ ارادوں کی تکمیل، خوابوں کی تعبیر اور سوچوں کو عملی جامہ اللہ رب العزت کے خاص فضل وکرم اور توفیق سے پہنایا جا سکتا ہے، لہٰذا ہمارے استاذ محترم نے سچے جذبے و جواں عزمی

کے ساتھ ساتھ اپنے اللہ سے تعلق کو مضبوط سے مضبوط تر بنا کر ان تمام مراحل کو بڑی کامیابی سے عبور کرلیا جو ہمارے لیے مشعلِ راہ ہے۔

شیخ محترم کی قیادت میں سارے امور احسن طریقے سے جاری تھے کہ اچانک آپ بیمار ہو گئے اور اسی بیماری میں ۵/ محرم الحرام ۱۴۳۴ھ (۱۰/ نومبر ۲۰۱۳ء) کو ہمیں چھوڑ کر اپنے خالق و مالک سے جا ملے۔ إنا لله و إنا إليه راجعون.

محدث العصر رحمہ اللہ کی جدائی کا غم عظیم ہے جو آج تک ہلکا نہیں ہو سکا، لیکن یہ حوصلہ افزا بات ہے کہ آپ جس منہج یعنی قرآن وحدیث، اجماع اور سلف صالحین کے متفقہ فہم کی داغ بیل ڈال کر گئے ہیں وہ پروان چڑھ رہا ہے اور عوام وخواص میں مقبول ہو رہا ہے۔

استاذ محترم رحمہ اللہ کی وفات کے بعد اشاعۃ الحدیث کی بھاری ذمہ داری راقم الحروف کے ناتواں کندھوں پر آ گئی اور مجھے اس بات کا بخوبی احساس ہے کہ میں اس کا اہل نہیں ہوں، لیکن استاذِ محترم نے جس خلوص ومحبت سے تعلیم وتربیت کی اور ایک اعتماد دیا، اس کا تقاضا تھا کہ میں اس خدمت کیلئے کمربستہ ہو جاؤں، نیز میرے رفقاء محترم ابومحمد نصیر احمد کاشف، محترم ابوالاسجد محمد صدیق رضا، محترم سید تنویر الحق ہزاروی اور محترم ابونعمان محمد زبیر صادق آبادی حفظہم اللہ کا اپنے تعاون کی یقین دہانی، اسی طرح محترم ابو سعد حافظ شیر محمد الاثری اور محترم محمد سرور عاصم حفظہما اللہ کی حوصلہ افزائی اور مکمل اعتماد کی وجہ سے یہ ذمہ داری قبول کرنے میں رغبت ہوئی اور اب اسے نبھانے کے لیے بھی پُرعزم ہوں۔ ان شاء اللہ

محترم محمد قاسم برہ زئی صاحب کا ذکر بھی ضروری ہے کہ حالات خواہ کیسے ہی ہوں وہ ہمیشہ بروقت اور معیاری کمپوزنگ کے ذریعے سے مسلسل اپنا حصہ ڈال رہے ہیں۔

قارئین کرام! ہم ہمیشہ آپ کی آراء وتجاویز کے منتظر رہیں گے اور ان کا خیر مقدم کرتے ہوئے بہتر سے بہترین کی طرف گامزن رہیں گے۔ ان شاء اللہ

نوٹ :...... مئی اور جون کے رسالے مسلسل سفروں کی وجہ سے تاخیر کا شکار ہوئے جس پر ہم معذرت خواہ ہیں۔ آیندہ رسالہ بروقت آپ تک پہنچے گا۔ ان شاء اللہ

توضیح الاحکام

سوال و جواب — تخریج الاحادیث — حافظ ندیم ظہیر

ہر کلمہ گو کی اقتدا میں نماز پڑھنے کا حکم

سوال محترم حافظ صاحب! ایک حدیث نظر سے گزری ہے کہ جس نے بھی ''لا الٰہ الا اللہ'' پڑھا ہے، اس کے پیچھے نماز پڑھ لو۔ کیا یہ حدیث صحیح ہے؟ اگر صحیح ہے تو کیا ہر کلمہ گو کے پیچھے نماز پڑھی جا سکتی ہے؟ براہِ مہربانی مکمل رہنمائی کر دیں۔

(فہد اللہ، ماڈل کالونی، کراچی)

الجواب آپ کی ذکر کردہ روایت کو امام طبرانی رحمہ اللہ اپنی کتاب المعجم الکبیر (۱۲/ ۴۴۷ ح ۱۳۶۲۲) میں درج ذیل سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں:

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْجَعْدِ الْوَشَّاءُ، ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكَّارٍ، ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْفَضْلِ، عَنْ سَالِمِ الْأَفْطَسِ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: **((صَلُّوْا عَلَى مَنْ قَالَ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَصَلُّوْا وَرَاءَ مَنْ قَالَ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ.))**

اس سند میں محمد بن فضل بن عطیہ الخراسانی کذاب ہے۔

۱: امام یحییٰ بن معین نے فرمایا: ''كَذَّابٌ'' .

(من كلام أبي زكريا يحيى بن معين فى الرجال، رواية ابن طهمان : ۳۳۴)

۲: امام احمد بن حنبل نے فرمایا: ''لَيْسَ بِشَيْءٍ حَدِيْثُهُ حَدِيْثُ أَهْلِ الْكَذِبِ .'' (العلل ومعرفة الرجال ۲/ ۵۴۹، ت ۳۶۰۱)

۳: امام ابونعیم نے کہا: ''كَانَ ضَعِيْفًا'' (مسائل ابن أبي شيبة : ۷۲)

۴: امام ابن ابی حاتم نے فرمایا: ''مَتْرُوْكُ الْحَدِيْثِ'' (كتاب العلل : ۲۶۶۳)

۵: امام دارقطنی نے فرمایا: ''مَتْرُوْكٌ'' (سؤالات البرقاني : ۴۵۲)

اسی طرح محمد بن فضل بن عطیہ الخراسانی پر جمہور محدثین نے شدید جرح کر رکھی ہے جس کی وجہ سے یہ روایت سخت ضعیف ہے۔ یہی روایت امام دارقطنی نے دو مختلف سندوں سے بیان کی ہے۔

۱: عثمان بن عبدالرحمٰن بن عمر بن سعد کے طریق سے
اور عثمان متروک و متہم بالکذب ہے۔

❁ امام یحییٰ بن معین نے کہا: "لَيْسَ بِشَيْءٍ...... ضَعِيْفٌ ."
(تاريخ يحيى بن معين ، رواية الدوري: ۲/ ۳۹٤)

❁ امام بخاری نے فرمایا: "تَرَكُوْهُ" (التاريخ الكبير : ٦/ ۷۷)

❁ امام نسائی نے فرمایا: "مَتْرُوْكُ الْحَدِيْثِ" (الضعفاء والمتروكون: ٤١٨)

❁ امام دارقطنی نے فرمایا: "مَتْرُوْكٌ" (سنن الدارقطني: ۲/ ۱۵۰ ، ح : ۲۱۰۱)

❁ حافظ ذہبی نے کہا: "مَتْرُوْكُ الْحَدِيْثِ ." (سير أعلام النبلاء: ۹/ ٤۲۸)

۲: ابوالولید، خالد بن اسماعیل المخزومی کے طریق سے
ابوالولید مذکور کے بارے میں امام ابن عدی نے فرمایا:
"يَضَعُ الْحَدِيْثَ عَلَى ثِقَاتِ الْمُسْلِمِيْنَ" (الكامل لابن عدى: ٤/ ۳۲۵)

❁ امام دارقطنی نے فرمایا: "مَتْرُوْكٌ" (سنن الدارقطني : ۱/ ۳۸، ح ۸۳)

❁ حافظ ابن حبان نے فرمایا: "لَا يَجُوْزُ الْإِحْتِجَاجُ بِهِ بِحَالٍ"
(كتاب المجروحين : ۱/ ۳٤۳، ت ۳۰۰)

الغرض! یہ روایت اپنے تمام طرق کے ساتھ سخت ضعیف بلکہ موضوع ہے، اس سے کسی بھی طور پر استدلال درست نہیں ہے۔

امامت ایک عظیم الشان منصب ہے، اس کا حامل صرف وہی شخص ہوسکتا ہے جو شرک و بدعت اور خرافات و رسومات سے محفوظ ہو۔ واضح رہے کہ کسی شرک و بدعت کے مرتکب شخص اور گمراہ کی اقتدا میں نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔

نبی کریم ﷺ نے قبلہ رخ تھوکنے سے منع کیا ہے۔

دیکھئے صحیح بخاری (۱۲۱۳) صحیح مسلم (۵٤۷) وغیرہ اور رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو محض قبلے کی طرف تھوکنے کی وجہ سے منصبِ امامت سے ہٹا دیا تھا۔ (ملاحظہ ہو: سنن ابي داود : ٤٨١ ، وسنده حسن)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ وَقَّرَ صَاحِبَ بِدْعَةٍ فَقَدْ أَعَانَ عَلَى هَدْمِ الْإِسْلَامِ .))

"جس شخص نے کسی بدعتی کی توقیر کی تو (گویا) اس نے اسلام کو گرانے میں مدد کی۔" (كتاب الشريعة للآجری : ۲۰٤۰ وسنده صحيح))

اہل بدعات کے پیچھے نماز پڑھنا ان کی تکریم و تعظیم کے مترادف ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((يُصَلُّوْنَ لَكُمْ فَإِنْ أَصَابُوْا فَلَكُمْ وَإِنْ أَخْطَاؤُا فَلَكُمْ وَعَلَيْهِمْ .))

"وہ (امام) تمھیں نماز پڑھاتے ہیں۔ اگر انھوں نے صحیح پڑھائی تو تمھارے لیے (اجر وثواب) ہے اور اگر غلطی کی تو بھی تمھارے لیے (اجر و ثواب) ہے اور (غلطی کا وبال) ان پر رہے گا۔"

بعض لوگ اس حدیث سے بھی استدلال کرتے ہیں کہ امام خواہ کیسا ہی بدعقیدہ ہو اس کے پیچھے نماز پڑھی جا سکتی ہے، حالانکہ دلائل و قرائن کی رو سے یہ استدلال باطل اور مردود ہے۔

جمہور علماء و محدثین کے نزدیک اس سے مراد ارکان و شرائط اور خشوع و خضوع ہے، نیز دیکھئے الكاشف عن حقائق السنن للطيبى ٣/ ٦٧ ، عمدة القاري للعيني ٥/ ٢٢٨ وغیرہ۔ یعنی اگر امام صحیح طور پر ارکان کی ادائیگی نہیں کرتا تو اس صورت میں مقتدی کی نماز صحیح ہوگی اور اسے اعادۂ نماز کی ضرورت نہیں۔

مذکورہ حدیث نقل کرنے کے بعد امام بغوی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''اس حدیث میں دلیل ہے کہ اگر امام حالتِ جنابت میں یا بغیر وضو کے لوگوں کو نماز پڑھادے تو لوگوں کی نماز صحیح ہے اور امام پر اعادۂ نماز ہے۔'' (شرح السنة : ۲/ ۴۰۳)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((سَيَأْتِي أَقْوَامٌ أَوْ يَكُونُ أَقْوَامٌ يُصَلُّونَ الصَّلَاةَ فَإِنْ اَتَمُّوْا فَلَكُمْ وَلَهُمْ وَإِنْ نَقَصُوْا فَعَلَيْهِمْ وَلَكُمْ .))

(صحيح ابن حبان: ۲۲۲۸ ، وسنده حسن)

''عنقریب ایسے لوگ ہوں گے جو نماز پڑھائیں گے۔ اگر انھوں نے مکمل نماز پڑھائی تو تمھارے لیے اور ان کے لیے (اجر) ہے اور اگر انھوں نے کمی کی تو (اس کا وبال) ان پر ہے اور تمھارے لیے (اجر) ہے۔''

یہ حدیث صحیح بخاری کی حدیث کی بہترین تشریح ہے اور یہ معلوم ہے کہ ''اَلْحَدِيْثُ يُفَسِّرُ بَعْضُهَا بَعْضًا''

خلاصة التحقيق :...... ہر کلمہ گو کی اقتدا میں نماز پڑھنے سے متعلق جو روایات واضح اور صریح ہیں وہ اپنے تمام طرق کے ساتھ سخت ضعیف ہیں اور جن صحیح احادیث سے یہ مفہوم کشید کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، دلائل و قرائن اس کی تردید کرتے ہیں، لہٰذا صرف صحیح العقیدہ اور متبع سنت امام کے پیچھے ہی نماز ادا کرنی چاہیے۔ اس مسئلے کی تفصیل کے لیے استاذ محترم حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی تصنیف لطیف ''بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم'' کا مطالعہ بہت مفید رہے گا۔ ان شاء اللہ

بازار میں داخل ہوتے وقت کی دعا

سوال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص بازار میں داخل ہو اور یہ پڑھے:

((لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ،لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِي وَيُمِيْتُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ)) تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایک لاکھ نیکیاں لکھ دیتا ہے، ایک

لاکھ خطائیں معاف کر دیتا ہے اور اس کے لیے جنت میں گھر بنا دیتا ہے''

گزارش یہ ہے کہ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے، جبکہ کئی علماء اسے صحیح بھی کہتے ہیں جس سے میرے کچھ دوست پریشان ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے، اس سلسلے میں وضاحت درکار ہے۔ (جاوید اقبال، اعظم گارڈن، لاہور)

الجواب ہمارے نزدیک راجح یہی ہے کہ یہ روایت اپنے تمام طرق کے ساتھ ضعیف ہی ہے جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

پہلا طریق:...... عمرو بن دینار قہرمان آل الزبیر کی سند سے مروی ہے۔

دیکھئے: سنن الترمذي (٣٤٢٩)، سنن ابن ماجه (٢٢٣٥)، مسند أحمد (١/ ٤٧، ح ٣٢٧)، مسند الطيالسي (١٢)، مسند البزار (١٢٥)، كتاب الدعاء للطبراني (٧٨٩)، عمل اليوم والليلة لابن السني (١٨٢) وغیرہ۔

عمرو بن دینار قہرمان آل الزبیر مذکور ضعیف الحدیث ہے۔

١: امام یحییٰ بن معین نے فرمایا: "لَيْسَ بِشَيْءٍ".
(تاريخ عثمان بن سعيد الدارمي : ٤٤٩)

٢: امام بخاری نے فرمایا: "فِيْهِ نَظَرٌ" (كتاب الضعفاء : ٢٦٧)

٣: امام ترمذی نے فرمایا: قَدْ تَكَلَّمَ فِيْهِ بَعْضُ أَصْحَابِ الْحَدِيْثِ."
(سنن الترمذي : ٣٤٢٩)

٤: امام نسائی نے فرمایا: "ضَعِيْفٌ" (الضعفاء والمتروكون: ٤٥٢)

٥: امام ابوزرعہ الرازی نے فرمایا: "وَاهِي الْحَدِيْثِ"
(الجرح والتعديل : ٦/ ٢٩٩، ت ١٢٨١)

٦: امام ابوحاتم الرازی نے فرمایا: "ضَعِيْفٌ" (الجرح والتعديل ٦/ ٢٩٩)

٧: امام جوزجانی نے فرمایا: "ضَعِيْفُ الْحَدِيْثِ" (احوال الرجال : ١٧١)

٨: امام دارقطنی نے فرمایا: "ضَعِيْفٌ" (العلل ٢/ ٤٩، ٥٠)

۹: حافظ ابن حجر نے فرمایا: "ضَعِیْفٌ" (تقريب التهذيب : ٥٠٢٥)

عمرو بن دینار چونکہ جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف ہے، لہٰذا یہ روایت ضعیف ہے۔

دوسرا طریق:......ازہر بن سنان کی سند سے مروی ہے۔

دیکھئے: سنن الترمذي (٣٤٢٨)، مسند عبد بن حميد (٢٨)، سنن الدارمي (٢٦٩٢)، حلية الأولياء (٢/ ٣٥٥)، كتاب الدعاء للطبراني (٧٩٢)، المستدرك للحاكم (١/ ٥٣٨)

ازہر بن سنان ضعیف ہے۔

۱: امام ابن معین نے کہا: "لَيْسَ بِشَيْءٍ"

(موسوعة أقوال يحيى بن معين ١/ ١٩٩)

۲: امام احمد نے "لَيِّنٌ" قرار دیا ہے۔ (العلل ومعرفة الرجال : ١٥٢)

۳: امام ترمذی نے اس کی حدیث کو "غَرِيْبٌ" کہا ہے۔ (سنن الترمذي : ٣٤٢٨)

۴: امام ابن شاہین نے کہا: "لَيْسَ بِثِقَةٍ" (تاريخ أسماء الضعفاء والكذابين : ٦٥)

۵: امام ابوجعفر العقیلی نے کہا: "فِيْ حَدِيْثِهِ وَهْمٌ" (كتاب الضعفاء ١/ ٣٨٣)

۶: حافظ ابن حبان نے فرمایا: "قَلِيْلُ الْحَدِيْثِ مُنْكَرُ الرِّوَايَةِ"

(كتاب المجروحين ١/ ٢٠١)

۷: حافظ ذہبی نے فرمایا: "فِيْهِ لَيِّنٌ" (المغني في الضعفاء ١/ ١٠٢ ت ٥١٣)

۸: حافظ ہیثمی نے فرمایا: "ضَعِيْفٌ" (مجمع الزوائد ١٠/ ٣٩٣)

۹: علامہ بوصیری نے فرمایا: "ضَعِيْفٌ" (اتحاف الخيرة المهرة ٧/ ٣٧٤)

۱۰: حافظ ابن حجر العسقلانی نے فرمایا: "ضَعِيْفٌ" (التقريب : ٣٠٩)

۱۱: علامہ ناصر الدین البانی نے فرمایا: "وَهُوَ ضَعِيْفٌ إِتِّفَاقًا"

(السلسة الضعيفة ١١/ ٣١٨)

تیسرا طریق:......ابوخالد الاحمر (سلیمان بن حیان) کی سند سے مروی ہے۔

دیکھئے: المستدرك للحاكم (۱/ ۵۳۹)

ابوخالد الاحمر مدلس ہیں اور یہاں سماع کی صراحت نہیں، لہٰذا یہ بھی ضعیف ہے۔

چوتھا طریق:...... مسروق بن المرزبان کی سند سے مروی ہے۔

دیکھئے: المستدرك للحاكم (۱/ ۵۳۹)

امام ذہبی نے تلخیص المستدرك (۱/ ۵۳۹) میں تعاقب کرتے ہوئے اگرچہ یہ بھی لکھا ہے کہ "مَسْرُوْقُ بْنُ الْمَرْزُبَانِ لَيْسَ بِحُجَّةٍ"

لیکن ہمارے نزدیک یہ روایت حفص بن غیاث کے عنعنہ کی وجہ سے ضعیف ہے، کیونکہ یہ مدلس ہیں اور سماع کی صراحت نہیں ہے۔

پانچواں طریق:...... یہ رجل بصری عن سالم کی سند سے ہے۔

دیکھئے: المستدرك للحاكم (۱/ ۵۳۸)

امام دارقطنی نے "رَجُلٌ بَصَرِیٌّ" سے عمرو بن دینار مراد لیا ہے۔

(العلل للدارقطنی ۲/ ۵۰)

اور عمرو کے ضعف کی تفصیل سابقہ صفحات پر بیان ہوچکی ہے۔ اگر اسے عمرو نہ سمجھا جائے تب بھی "رَجُلٌ" مجہول ہونے کی وجہ سے یہ روایت ضعیف ہی ہے۔

چھٹا طریق:...... یہ عمران بن مسلم کی سند سے مذکور ہے۔

دیکھئے: المستدرك للحاكم (۱/ ۵۳۹)

امام ابن ابی حاتم نے فرمایا: وَهٰذَا الْحَدِيْثُ هُوَ خَطَاءٌ" یہ روایت خطا پر مبنی ہے، کیونکہ اس کی اصل سند "عِمْرَانُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ، قَهْرَمَانَ آلِ الزُّبَيْرِ عَنْ سَالِمٍ" ہے، لیکن غلطی سے عمرو بن دینار، عبداللہ بن دینار سے بدل گیا اور سند سے سالم (بھی) ساقط ہوگیا ہے۔ (علل الحدیث: ۲۰۳۸)

لہٰذا یہ روایت بھی امام ابن ابی حاتم کی خاص دلیل و جرح کی وجہ سے ضعیف ہے۔

ساتواں طریق:...... یہ عبیداللہ بن عمر العمری کی سند سے مروی ہے۔

دیکھئے: المعجم الکبیر للطبراني (١٣١٧٥) حلیة الأولیاء (٨/ ٢٨٠)

اس کی سند میں سَلْم بن میمون الخواص ضعیف راوی ہے۔

١: امام ابوحاتم نے فرمایا: "وَلَمْ أَكْتُبْ عَنْهُ" (الجرح والتعدیل: ٤/ ٢٤٩)

٢: امام ابوجعفر العقیلی نے فرمایا: "حَدَّثَ بِمَنَاكِيْرِ لَا يُتَابَعُ عَلَيْهَا" (کتاب الضعفاء: ٣/ ١٠)

٣: حافظ ابن حبان نے فرمایا: "فَبَطَلَ الْاِحْتِجَاجُ بِمَا يَرْوِيْ إِذَا لَمْ يُوَافِقِ الثِّقَاتِ." (کتاب المجروحین: ١/ ٤٣٨)

٤: امام ابن عدی نے اس کی اسانید ومتون کو منفرد ومقلوب قرار دیا ہے۔ (الکامل لابن عدي: ٥/ ٣٧٧)

٥: حافظ ہیثمی نے فرمایا: "ضَعِيْفٌ" (مجمع الزوائد: ٥/ ٣١٨)

❁ اس سند میں ایک راوی علی بن عطا بھی ہے جو مجہول الحال ہے۔

قارئین کرام! ہم نے اللہ رب العزت سے ڈرتے ہوئے پوری دیانتداری اور ذمہ داری سے اس روایت پر ''ضعیف'' کا حکم لگایا ہے۔

مجھے اس وقت بہت زیادہ حیرت ہوئی جب ایک صاحب کی تحریر پر نظر پڑی جو انھوں نے بڑے بل پیچ کھا کر لکھی کہ ''اس حدیث کو ایڑی چوٹی کا زور لگا کر ضعیف ثابت کرنے والے احباب کی خدمت میں بصد گزارش ہے کہ آپ پریشان نہ ہوں اس امت کے گنہگاروں کو اس طرح کے وظائف سے دور نہ کریں۔'' (ترجمان الخطیب، ص: ١٠١)

حالانکہ یہی صاحب کتاب کے شروع میں خیر خواہی کا سبق دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''کسی جماعت، کسی تنظیم اور کسی شخصیت کے متعلق رائے قائم کرتے وقت حد درجہ احتیاط سے کام لینا چاہیے کیونکہ تہمت اور جھوٹ نا قابل معافی جرم ہیں۔'' (ترجمان الخطیب، ص: ٥٢، ٥٣)

اسے کہتے ہیں: ''دوسروں کو نصیحت خود میاں فصیحت''

کیا آنجناب نے خودان محدثین، محققین اور علماء کے بارے میں جواس روایت کوضعیف کہتے ہیں ''ایڑی چوٹی کے زور'' کا فتویٰ صادر کر کے ''حد درجہ احتیاط سے کام لیا ہے''؟؟؟

کیا یہ صاحب نہیں جانتے کہ ان کے فتویٰ کی زد میں کون کون آتا ہے؟

تو ملاحظہ کیجیے:

ا: امام ابوحاتم رحمہ اللہ نے فرمایا: "هٰذَا حَدِيْثٌ مُنْكَرٌ" (علل الحديث : ۲۰۳۸)

۲: امام ترمذی رحمہ اللہ نے فرمایا: "هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ" (سنن الترمذي: ۳۴۲۸)

❁ امام علی بن مدینی رحمہ اللہ نے فرمایا: "هٰذَا حَدِيْثٌ مُنْكَرٌ"

(مسند الفاروق لابن كثير : ۲/ ۶۴۲)

۳: حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے فرمایا: "فَهٰذَا الْحَدِيْثُ مَعْلُوْلٌ أَعَلَّهُ أَئِمَّةُ الْحَدِيْثِ" (المنار المنيف ، ص ۱۴۱)

ہم پوچھنا چاہتے ہیں کہ کیا ان جلیل القدر محدثین نے ''ایڑی چوٹی کا زور'' لگایا ہے؟ یا یہ ''امت کے گنہگاروں'' کو اس طرح کے وظائف سے دور کر رہے ہیں؟؟

یادرہے کہ تعصب اور ہٹ دھرمی میں علم سے کوری بات کسی بھی شخص کو لائق نہیں۔

صحیح اسناد کے ساتھ سینکڑوں وظائف ہیں جو بہت سی فضیلتوں کے حامل بھی ہیں تو پھر ''امت کے گنہگاروں'' کو ضعیف اور غیر ثابت روایات ہی کی ترغیب کیوں؟

وما علينا الا البلاغ (۱۸/ مئی ۲۰۱۴ء)

ابوالاسجد محمد صدیق رضا

"مِنْ دُوْنِ اللّٰہ" کا صحیح مفہوم

(قسط 1)

"مِنْ دُوْنِ اللّٰہ" ایک منصوص ترکیب ہے۔ قرآن مجید کی کئی ایک آیات اور بہت سی احادیث میں یہ ترکیب واقع ہے، اسی طرح بعض آیات میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ذکر کے بعد "مِنْ دُوْنِہٖ" کے الفاظ بھی ہیں۔ بطور مثال چند آیات ملاحظہ کیجئے:

۱) ﴿وَالَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ لَا یَخْلُقُوْنَ شَیْئًا وَّھُمْ یُخْلَقُوْنَ ○ اَمْوَاتٌ غَیْرُ اَحْیَآءٍ وَ مَا یَشْعُرُوْنَ اَیَّانَ یُبْعَثُوْنَ﴾

"اور جن لوگوں کو یہ لوگ اللہ کے علاوہ پکارتے ہیں وہ کسی چیز کو پیدا نہیں کرتے اور وہ تو خود مخلوق ہیں، مردہ ہیں زندہ نہیں ہیں، انہیں یہ شعور بھی نہیں کہ (قبروں سے) کب اٹھائے جائیں گے۔" (النحل: ۲۰۔۲۱)

۲) ﴿یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَہٗ اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ لَنْ یَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَ لَوِاجْتَمَعُوْا لَہٗ وَ اِنْ یَّسْلُبْھُمُ الذُّبَابُ شَیْئًا لَّا یَسْتَنْقِذُوْہُ مِنْہُ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَ الْمَطْلُوْبُ﴾

"اے لوگو! ایک مثال بیان کی جاتی ہے اسے غور سے سنو! یقیناً اللہ کے علاوہ تم جن لوگوں کو پکارتے ہو وہ ہرگز ایک مکھی بھی نہیں بنا سکتے، اگرچہ اس کام کے لئے وہ سب جمع ہو جائیں (مکھی پیدا کرنا تو درکنار) اگر مکھی اُن سے کوئی چیز چھین کر لے جائے تو اس (چیز) کو وہ اس (مکھی) سے چھڑا بھی نہیں سکتے، مانگنے والا اور جس سے مانگا جارہا ہے دونوں ہی کمزور ہیں۔" (الحج: ۷۳)

۳) ﴿لَہٗ دَعْوَۃُ الْحَقِّ وَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِہٖ لَا یَسْتَجِیْبُوْنَ لَھُمْ بِشَیْءٍ اِلَّا کَبَاسِطِ کَفَّیْہِ اِلَی الْمَآءِ لِیَبْلُغَ فَاہُ وَ مَا ھُوَ بِبَالِغِہٖ وَ مَا دُعَآءُ الْکٰفِرِیْنَ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ﴾

”اُسی (اللہ) کو پکارنا حق ہے اور جو لوگ اس کے علاوہ دوسروں کو پکارتے ہیں وہ ان کی دعائیں قبول نہیں کر سکتے، (ان کا پکارنا تو ایسے ہے) جیسے کوئی اپنے دونوں ہاتھ پانی کی طرف پھیلائے ہوئے ہو، تاکہ پانی اس کے منہ تک پہنچ جائے۔ اور (اس طرح) پانی اس کے منہ تک پہنچنے والا نہیں، اور نہیں کافر کی پکار مگر سراسر بے فائدہ۔“ (الرعد:۱۴)

۴) ﴿وَ لَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَ لَا يَضُرُّكَ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ ”اللہ کے علاوہ کسی ایسی چیز کو مت پکار جو نہ تجھے نفع دے سکے اور نہ نقصان پہنچا سکے۔ پس اگر تم نے ایسا کیا تو تم ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔“ (یونس:۱۰۶)

۵) ﴿قُلْ اَرَءَيْتُمْ شُرَكَآءَكُمُ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ۚ اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا فَهُمْ عَلٰى بَيِّنَتٍ مِّنْهُ﴾ ”آپ کہہ دیجئے کیا تم نے اپنے شرکاء کو دیکھا جنھیں تم اللہ کے علاوہ پکارتے ہو، مجھے دکھلاؤ انھوں نے زمین میں سے کیا بنایا ہے؟ یا آسمانوں کے پیدا کرنے میں ان کا کچھ حصہ ہے؟ یا ہم نے ان کو کوئی کتاب دی ہے کہ وہ اس کی دلیل سے قائم ہیں۔“ (فاطر:۴۰)

۶) ﴿وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗۤ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَ هُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ﴾

”اور اس سے زیادہ گمراہ کون ہوگا جو اللہ کے علاوہ اُن کو پکارے جو قیامت تک اس کی فریاد رسی نہیں کر سکتے اور وہ تو ان کی دعا سے بھی بے خبر ہیں۔“ (الاحقاف:۵)

۷) ﴿قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَ لَا فِي الْاَرْضِ وَ مَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّ مَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ﴾ ”آپ کہہ دیجئے پکارو ان کو جنھیں تم اللہ کے علاوہ (مددگار) سمجھتے ہو، وہ ذرہ بھر کے مالک نہیں آسمانوں میں نہ زمین میں اور نہ ہی ان کا کوئی حصہ ہے ان دونوں (آسمانوں اور زمین کے بنانے) میں اور نہ ان میں سے کوئی اس کا مددگار ہے۔“ (سبا:۲۲)

۸) ﴿ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ؕ وَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ

قِطۡمِيۡرٍ ۝ اِنۡ تَدۡعُوۡهُمۡ لَا يَسۡمَعُوۡا دُعَآءَكُمۡ ۚ وَلَوۡ سَمِعُوۡا مَا اسۡتَجَابُوۡا لَكُمۡ ﴾

''وہ اللہ ہی تمہارا پالنہار ہے اسی کی بادشاہت ہے اور جن لوگوں کو تم اللہ کے علاوہ پکارتے ہو وہ تو کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے بھی مالک نہیں۔ اگر تم انھیں پکارو تو وہ تمھاری دعا نہیں سن سکتے اگر سن بھی لیں تو تمھاری التجا قبول نہیں کر سکتے۔'' (فاطر: ۱۳، ۱۴)

مذکورہ اور اس مفہوم کی دیگر آیات میں ''مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ'' یا ''مِنۡ دُوۡنِہٖ'' کا مطلب ہے: ''اللہ کے علاوہ'' یا ''اللہ کے سوا'' تمام مکاتبِ فکر کے اکثر مترجمین نے تقریباً یہی ترجمہ کیا ہے۔ قرآنی آیات کی اس ترکیب کے مطابق ہر وہ ذات و شخصیت خواہ وہ اللہ تعالیٰ اور اہل ایمان کے ہاں کتنی ہی عظمت و رفعت کی حامل ہو اور کتنے ہی بلند درجے پر فائز ہو۔ ہر وہ ذات و شخصیت جس پر لفظ جلالت ''اللہ'' کا اطلاق نہ ہو سکتا ہو، اسے ''اللہ'' نہ کہا جا سکتا ہو وہ ''مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ'' ہی ہے۔ اسلام کے مدعی ہر شخص کا علانیہ اعتقاد یہی ہے کہ ''اللہ ایک ہے۔'' اسی کی ہمیں تعلیم دی گئی ہے، چنانچہ فرمایا:

﴿قُلۡ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ ''کہہ دیجئے کہ اللہ ایک ہے۔'' (الاخلاص: ۱)

اسلام کے مدعی کا کوئی فرد اس سے انکار و اختلاف کی جسارت نہیں کر سکتا اور یہ بھی ایک بین حقیقت ہے کہ دین اسلام میں اللہ تعالیٰ کے بعد سب سے زیادہ محبت جس ذات سے فرض و لازم ہے، وہ اللہ کے پیارے آخری رسول محمد ﷺ ہیں۔

لیکن اس شان و عظمت، رفعت و عالی منزلت کے باوجود کوئی مومن یہ بات کہنے کی جسارت نہیں کر سکتا کہ ''محمد ﷺ اللہ ہیں'' (نعوذ باللہ) اس قدر فضیلت ہونے کے باوجود آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے علاوہ ہی ایک عظیم ذات ہیں۔ پھر جب آپ ﷺ ''اللہ'' نہیں تو کوئی اور کس طرح ہو سکتا ہے؟ اور ''مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ'' کا یہ مفہوم و مطلب اس قدر واضح ہے کہ اس پر کسی بحث کی ضرورت ہی نہیں، لیکن افسوس کہ بعض لوگوں کی کج فہمی کی وجہ سے اب یہ بات بھی اختلاف کی نظر ہو چکی ہے، ایسے لوگوں نے جب یہ دیکھا کہ قرآن مجید کی محولہ آیات ان کے بہت سے نظریات و اعمال کی تردید کرتی ہیں تو اپنے غلط

نظریات کی اصلاح اور قرآن مجید کی آیات کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کے بجائے اس پر بحث کرنے لگے کہ "مِنْ دُوْنِ اللّٰہ" کا مصداق کون ہیں اور کون نہیں؟؟!!

بریلویہ کے اس نظریے کا ثبوت

ا: بریلوی امت کے "حکیم ومفتی" احمد یار خان نعیمی صاحب نے اسی مفہوم کی ایک آیت کا جواب دیتے ہوئے لکھا:

"جواب: یہاں ولی اللہ کی نفی نہیں ہے، بلکہ ولی من دون اللہ کی نفی ہے جنہیں کفار نے اپنا ناصر و مددگار بنا رکھا تھا یعنی بت وشیاطین، ولی اللہ وہ جسے رب نے بندوں کا ناصر بنایا جیسے انبیاء واولیاء" (جاء الحق ص ۲۱۶ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور)

قارئین کرام! آیت میں "مِنْ دُوْنِ اللّٰہ" کے الفاظ ہیں نہ کہ "ولی من دون اللّٰہ" کے، لیکن بریلویہ کے "حکیم الامت ومفتی" صاحب بضد رہے کہ "انبیاء واولیاء" مراد نہیں۔ پھر اپنی طرف سے کہہ دیا کہ ان کو اللہ نے ناصر بنایا ہے۔ بہرحال کوئی ان سے پوچھے کہ اس قدر ضد کا فائدہ کیا ہے؟ "ولی من دون اللّٰہ" کا مطلب بھی تو یہی ہے کہ "اللہ کے علاوہ ولی"۔ اس سے بھی تو اللہ تعالیٰ کے علاوہ ہر ایک کی نفی ہے۔

۲: ان کے ایک دوسرے "کثیر الالقاب، علامہ" غلام رسول سعیدی صاحب نے لکھا:

﴿وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ کا مصداق اصنام اور بت ہیں، انبیاء اور اولیاء نہیں" (تبیان القرآن ۶/ ۳۸۴ مطبوع فرید بک اسٹال، لاہور)

۳: ان کے ایک دوسرے "علامہ" غلام نصیر الدین سیالوی صاحب نے اپنی کتاب "تنبیہ الغفول فی نداء الرسول صلی اللہ علیہ وسلم، ندائے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" میں ایک سرخی جمائی "ایک نفیس بحث "مِنْ دُوْنِ اللّٰہ" کے مفہوم کا تعین" (ص ۱۷۹) اپنی اس مزعوم نفیس بحث میں بار بار یہ لکھا: "ثابت ہو گیا کہ من دون اللّٰہ میں انبیاء اور اولیاء شامل نہیں"

(تنبیہ الغفول ص ۱۸۱، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶)

ان "غفول" کی نام نہاد "نفیس بحث" کا جواب اپنے مقام پر ضرور آئے گا، جس

سے ان کی غفلت روز روشن کی طرح آشکار ہو گی۔

۴: بعض لوگوں کی طرف سے بنائے ہوئے خود ساختہ ''شیخ الاسلام'' سیاسی، دینی اور اخلاقی اعتبار سے پاکستان کے متنازع ترین شخصیت طاہر القادری صاحب نے بھی اس بحث میں حصہ لیا اور اپنی ''کتاب التوحید'' میں ''توحید کے تناظر میں مِنْ دُوْنِ اللّٰہ کا صحیح مفہوم'' کا عنوان قائم کیا، اس میں لکھا ہے:

''مِنْ دُوْنِ اللّٰہ کی حقیقی مراد قرآن مجید میں جہاں کہیں بھی من دون اللّٰہ یا اس کے مماثل الفاظ کا ذکر ہوا ہے وہاں اس سے مقصود کفار و مشرکین کے باطل عقائد و نظریات کا رد اور معبودانِ باطلہ کی بے وقعتی کا اظہار ہے۔ بنیادی طور پر ان الفاظ سے درج ذیل امور کا بیان مقصود ہوتا ہے۔'' (کتاب التوحید ج۱ص ۵۵۸)

پھر قادری صاحب نے چند عنوانات قائم کئے جیسے: ''(۱) باطل عقائد و نظریات (۲) معبودان باطلہ'' ہر ایک کی چند سطور میں وضاحت کی۔ اسی طرح لکھا:

''اللہ تعالیٰ کے سوا ہر ایک سے الوہیت کی نفی ان الفاظ کے ذریعے معبودان باطلہ کی ذاتِ حق سے مطلقاً بے تعلقی اور اللہ تعالیٰ کے سوا ہر ایک سے الوہیت کی نفی کی گئی ہے''

(حوالہ بالا ص ۵۵۸)

یہاں تو لکھ دیا کہ ''اللہ تعالیٰ کے سوا ہر ایک سے الوہیت کی نفی'' من دون اللّٰہ سے کی گئی، لیکن اپنے تنازع پن کے نقوش چھوڑتے ہوئے مزید لکھا:

''کفار و مشرکین سے خطاب کلام الٰہی میں مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ کے مخاطب مورد و اطلاق کے اعتبار سے اہل ایمان نہیں بلکہ اہلِ کفر مشرکین اور ان کے وہ الہ اور جھوٹے معبود ہیں جن کی وہ پرستش کرتے تھے۔ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ سے نہ تو اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ انبیاء و رسل علیہم السلام مراد ہیں اور نہ ہی صلحاء و اولیاء'' (حوالہ بالا ص ۵۵۹)

اسی طرح لکھا: ''جہاں تک انبیاء و رسل، اولیاء و عرفاء، مومنین کاملین اور خدا کے مقبول و برگزیدہ بندوں کا تعلق ہے وہ بارگاہِ ایزدی میں مقرب و محبوب تصور کئے جاتے

ہیں، ان پر ''مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ'' کا حکم نہیں لگایا جا سکتا، ارشاد باری تعالیٰ ہے: اِنَّہٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِیْنَ ۔ (۶/الانعام:۵۱)

''بے شک وہ ہمارے (کامل) ایمان والے بندوں میں سے ہیں۔'' (حوالہ بالا: ۵۶۰۔۵۶۱)

قادری صاحب نے آیت تو ایسے نقل کر دی گویا یہ ان کے بیان کی دلیل ہے، جبکہ آیت میں ایسی بات ہی نہیں کہ انبیاء یا اولیاء ''من دون اللّٰہ'' نہیں ہیں۔

مزید لکھا: ''اولیاء اللہ (اللہ تعالیٰ کے دوست اور محبوب بندے) اللہ تعالیٰ کا غیر اس لئے بھی نہیں ہو سکتے کہ وہ خود زمین پر چلتے پھرتے اللہ تعالیٰ کی صفات کے مظہر ہوتے ہیں''

(حوالہ بالا ص ۵۶۱)

اگر اولیاء اللہ ''غیر اللہ'' نہیں تو پھر طاہر القادری صاحب بتائیں کہ ان کے کتنے الٰہ ہیں؟ اور ان اولیاء کی عبادت حق کیوں نہیں؟ المختصر! ان عبارات سے یہ بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ ان کا عقیدہ کیا ہے؟

فی الوقت ان اقتباسات سے محض یہی مقصود ہے کہ ان کا عقیدہ ان کے الفاظ میں قارئین کے سامنے رکھا جائے، تاکہ کوئی اسے الزام واتہام قرار نہ دے۔

مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ کا مفہوم اور شَہِدَ شَاہِدٌ مِّنْ أَہْلِہَا

قرآنی آیات کے بریلویہ ترجموں سے بھی یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ ''من دون اللّٰہ'' کا مفہوم ومعنی کیا ہے۔ لیکن بعض لوگوں کی ضد وکج روی کے سبب اس کی لغوی تشریح کی ضرورت محسوس ہوتی ہے، اس کے لیے بھی ہمیں خود سے کسی محنت و طویل بحث کرنے کی احتیاج نہیں کہ ''شَہِدَ شَاہِدٌ مِنْ اَہْلِہَا'' کے بمصداق اس پر بریلویہ کے گھر کی گواہی موجود ہے۔

پیر مہر علی شاہ گولڑوی صاحب کے خاندان کے ایک نامور اور مشہور فرد ''پیر سید'' نصیر الدین نصیر شاہ گولڑوی صاحب (کہ جن کی قبر پر بریلوی اپنی مخصوص عقیدت کا اظہار کرتے نظر آتے ہیں) ان صاحب نے جب اپنے لوگوں کی کج روی اور ضد دیکھی

تو ان کی تردید کرتے ہوئے "من دون اللّٰہ" کے لغوی مفہوم پر کافی تفصیلی بحث کی ہے۔ نصیر صاحب نے لکھا: "بلکہ لفظِ دُوْنَ کے معنی ہی اس چیز کا تقاضہ کرتے ہیں کہ جب اس کا مضاف الیہ لفظ اللہ ہو تو پھر ساری مخلوق من دون اللّٰہ میں آسکتی ہے۔ مشہور و مستند لغت لسان العرب میں دُوْنَ کی تشریح اس طرح کی گئی ہے:

دُوْنَ نقیض فوق: کہ دونَ فوق کا متضاد و نقیض ہے جب فوق کے معنی اوپر کے ہیں تو لامحالہ دون کے معنی نیچے کے ہوں گے۔ لہٰذا ہر وہ چیز جو اللہ سے مقام و مرتبہ میں نیچے ہے وہ دُوْن اللّٰہ ہے اور دُوْن کے دوسرے معنی الحقیر و الخسیس کے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس بادشاہِ ہر دو عالم کے برابر کوئی بھی نہیں۔ لہٰذا دون اللّٰہ کا دائرہ بہت وسیع ہے، صاحب لسان العرب آگے مزید وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: وقال بعض النحوین: لدون تسعة معانٍ کہ دون کہ نو (۹) معانی ہیں۔ تکون بمعنی قبل و بمعنی امَامَ و بمعنی وراء و بمعنی فوقٍ... إلخ ہم نے تحت والے معنی اس لئے چنے کہ اُس ذات کے اوپر کوئی نہیں اگر اُس سے اوپر کچھ اور تسلیم کیا جائے تو یہ کفرِ صریح ہوگا۔ لہٰذا تحت کی مثال لسان العرب میں یوں ہے و بمعنی تحت کقولك دُونَ قدمِكَ خدّ عدوك أي تحت قدمك۔ کہ تیرے دشمن کا رخسار تیرے پاؤں کے نیچے ہے... لہٰذا اس لئے یہ معنی ہوں گے کہ مرتبہ، عزت اور شان کے لحاظ سے کائنات کی ہر شے دون اللّٰہ (اللہ سے نیچے) ہے لہٰذا بشمول برگزید شخصیات، اصنام، معبودانِ باطلہ اور مشرکین کے ہر چیز من دون اللّٰہ ہے۔

یہاں ایک حدیث شریف بھی بطور مثال پیش کی جاتی ہے، غور فرمائیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: ((إن آدم و من دونه تحت لواء ی یوم القیامة ... إلخ)) ترجمہ: بے شک آدمؑ اور آپ کے علاوہ (تمام عالم انسانیت) قیامت کے دن میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے یہاں وَ مَنْ دُوْنَهٗ کے لفظ سے دو مفہوم سامنے آتے ہیں: نمبر ا۔ دُوْنَ بمعنی علاوہ یعنی حضرت آدم علیہ السلام اور آپ کے علاوہ اور بھی جتنے

انسان ہیں وہ سب میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے... واضح ہو گیا کہ دُوْنَ کا اطلاق کیا جا سکتا ہے اور اس میں کسی گستاخی کا پہلو نہیں نکلتا۔ ہاں البتہ اس قدر فرق مراتب ضرور ملحوظ رہے کہ مقبولانِ خدا کیونکہ کبھی شرک پر راضی نہ ہوئے، نہ انہوں نے کسی کو ایسا کرنے کا حکم دیا، لہٰذا عنداللہ اُن کا مرتبہ مسلّم ہے۔"

(اعانت واستعانت کی شرعی حیثیت ص ۱۰۰ تا ۱۰۲، مطبوعہ مہریہ نصیریہ پبلشرز اسلام آباد)

مِنْ دُوْنِ اللّٰہ" کا یہ مفہوم پیر مہر علی شاہ صاحب کی اولاد میں سے ایک کا ہے، پھر پیر نصیر الدین گولڑوی کی بریلویہ کے ہاں مقبولیت کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ ان کی موت کے بعد انہوں نے (احادیث کی خلاف ورزی کرتے ہوئے) گولڑہ میں ان کا مزار بنایا، جس پر لوگوں کا ایک ہجوم رہتا ہے۔ راقم الحروف بچشم خود دیکھ چکا ہے کہ وہاں کتنے ہی لوگ نصیر صاحب کی قبر کے سامنے دست بستہ کھڑے ہیں، کوئی قبر کے گرد چکر کاٹتا ہے تو کوئی ماتھا ٹیکے نظر آتا ہے۔ غرض ہر اونچی مزین اور ولی کی قبر کے نام سے معروف قبر پر یہ لوگ جو کچھ کرتے ہیں، وہ نصیر صاحب کی قبر پر بھی جاری ہے۔

تو یہ یقیناً ان کے گھر ہی کی گواہی ہے کہ ہر مخلوق خواہ برگزیدہ شخصیات ہی کیوں نہ ہوں مِنْ دُوْنِ اللّٰہ" اللہ کے علاوہ ہی ہیں۔ اس پر قرآن، حدیث اور کتبِ لغت میں دلائل موجود ہیں۔ نیز اس میں گستاخی کا کوئی پہلو نہیں۔ نصیر صاحب نے اسی کتاب میں ایک جگہ لکھا: "جن حضرات کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ جن آیات میں اصنام کو خطاب کیا گیا ہے، اُن آیات کو انبیاء و اولیاء پر منطبق کرنا نہ صرف جہالت ہے بلکہ تحریف قرآنی ہے وہ ہماری تحقیق بھی ذہن نشین کر لیں کہ غیر اللہ، من دون اللہ، شریک اور انداد کے الفاظ قرآن میں جہاں بھی آئے ہیں، اُن سے مراد ہر وہ چیز ہے جو اللہ تعالیٰ کے سوا ہو اور وصول اِلی اللہ میں رکاوٹ بنتی ہو۔ اگر اصنام رکاوٹ بن رہے ہوں تو ان الفاظ سے مراد اصنام ہوں گے اور اگر انسان بن رہے ہوں تو انسان مراد ہوں گے۔ ہم نے اس کے ثبوت میں قرآن مجید سے کئی مثالیں پیش کی ہیں اور مزید بھی پیش

کر سکتے ہیں۔ (اعانت و استعانت کی شرعی حیثیت ص ۹۷)

حیرت ہے کہ اپنے جس بزرگ کی قبر کی غالیانہ تعظیم کرتے ہیں، جنھیں اپنا مشکل کشا و حاجت روا مانتے ہیں، ان کی زبان و قلم سے پیش کیا ہوا قرآن ماننے پر آمادہ نظر نہیں آتے۔ بہر حال پیر صاحب کا بیان عیاں ہے اور ''عیاں راہ چہ بیاں'' کے مصداق بیان کی احتیاج نہیں کہ ان کے ہاں بھی مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ'' غیر اللہ اور انداد ایک ہی چیزوں کے نام ہیں۔

''غیر اللہ'' کا مفہوم احمد رضا خاں صاحب سے

بریلویہ کے ''اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت، عظیم المرتبت، مجدد وملت، امام'' احمد رضا خان صاحب نے اپنے رسالہ ''برکات الامداد لاھل الاستمداد'' میں اپنے مخصوص طرز تکلم میں لکھا:

''اگر آیہ کریمہ ایاك نستعین میں مطلق استعانت کا ذاتِ الٰہی جل وعلا میں حصر مقصود ہو تو کیا صرف انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہی سے استعانت شرک ہو گی، کیا یہی غیر خدا ہیں، اور سب اشخاص و اشیاء وہابیہ کے نزدیک خدا ہیں یا آیت میں خاص انھیں کا نام لے دیا ہے کہ ان سے شرک اوروں سے روا ہے، نہیں نہیں جب مطلقاً احدیت سے تخصیص اور غیر سے شرک ماننے کی ٹھہری تو کیسی ہی استعانت کسی غیر خدا سے کی جائے ہمیشہ ہر طرح شرک ہو گی کہ انسان ہوں یا جمادات، احیا ہوں یا اموات، ذوات ہوں یا صفات، افعال ہوں یا حالات، غیر خدا ہونے میں سب داخل ہیں۔ اب کیا جواب ہے آیہ کریمہ کا'' (فتاویٰ رضویہ ۲۱/ ۳۰۵ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

سب سے پہلے تو یہ عرض کر دیں کہ ''من دون اللّٰہ'' کا مطلب ہے ''اللہ کے علاوہ'' اور یہی مفہوم ''غیر اللہ'' کا ہے، بریلویہ کے امام خاں صاحب نے بھی اعتراف کر ہی لیا کہ انسان ہوں یا جمادات، احیا ہوں یا اموات ''غیر خدا ہونے میں سب داخل ہیں'' وھو المقصود!

اب رہا مسئلہ آیتِ کریمہ ﴿ایاك نعبد و ایاك نستعین﴾ کا تو عرض ہے کہ آیت کا مفہوم و مطلب دیگر آیات و احادیث کی روشنی میں بالکل ظاہر ہے، لہٰذا آیت کے جواب کی تو ضرورت ہی نہیں، ہاں خلطِ مبحث پر مبنی مجددِ بریلویہ کے اشکالات جواب کی احتیاج رکھتے ہیں۔ سردست اتنا کہنا کافی ہے کہ باہمی معاونت اور اسباب و اشیاء سے مدد لینا نصوص قرآن و احادیث سے ثابت ہے، وہ مدد اس آیت کے قطعاً خلاف نہیں، وگرنہ قرآن کریم میں تعارض و تناقض لازم آئے گا جو محال ہے۔ البتہ اموات سے یا غیر موجود اشخاص سے اسباب و ذرائع سے ہٹ کر دعا مانگنا مشکل کشائی چاہنا جیسا کہ ان لوگوں کا وطیرہ ہے کسی نص سے ثابت نہیں۔ تو آیت بالا اور ان کے طرزِ عمل میں تفاوت صاف ظاہر ہے۔ وللعاقل تکفیه الإشارة (جاری ہے)

ابو محمد عبداللہ اختر

حدیث کے بارے میں "قیل وقال" کرنے والوں کے لیے امام شافعی رحمہ اللہ کی نصیحت

امام شافعی رحمہ اللہ کے شاگرد سلیمان بن ربیع (المرادی) سے روایت ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث بیان کی تو ایک شخص نے ان سے کہا: اے ابوعبداللہ! (آپ) اس حدیث کو لیتے ہیں؟ انھوں نے فرمایا: "سُبْحَانَ اللّٰهِ، أَرْوِي عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ شَيْئًا لَا آخُذُ بِهِ، مَتَى عَرَفْتُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ حَدِيْثًا، وَلَمْ آخُذْ بِهِ، فَأَنَا أُشْهِدُكُمْ أَنَّ عَقْلِيْ قَدْ ذَهَبَ." سبحان اللہ! میں رسول اللہ ﷺ سے کوئی چیز (حدیث) بیان کروں، پھر اسے نہ لوں۔ جب رسول اللہ ﷺ کی کسی حدیث کا مجھے علم ہو جائے، پھر اسے نہ لوں تو میں تمھیں (اس پر) گواہ بناتا ہوں کہ میری عقل زائل (ختم) ہو چکی ہے۔

(آداب الشافعي ومناقبه لابن أبي حاتم ١/ ٥٠، وسنده صحيح)

سنت کے سائے میں

از قلم: حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ
ترجمہ: حافظ ندیم ظہیر

مجاہد شہید کے لیے جنت کے دروازے کھلے ہیں

الامام المجاہد المحدث عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ نے فرمایا:

عَنْ صَفْوَانَ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ أَبَا الْمُثَنَّى الْمَلِيْكِيَّ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ عُتْبَةَ بْنِ عَبْدِ السُّلَمِيَّ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((الْقَتْلَى ثَلَاثَةُ رِجَالٍ: رَجُلٌ مُؤْمِنٌ جَاهَدَ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ حَتَّى إِذَا لَقِيَ الْعَدُوَّ قَاتَلَهُمْ حَتَّى يُقْتَلَ ، ذٰلِكَ الشَّهِيْدُ الْمُمْتَحَنُ فِي خَيْمَةِ اللّٰهِ تَحْتَ عَرْشِهِ لَا يَفْضُلُهُ النَّبِيُّوْنَ إِلَّا بِدَرَجَةِ النُّبُوَّةِ وَرَجُلٌ مُؤْمِنٌ فَرِقَ عَلَى نَفْسِهِ مِنَ الذُّنُوْبِ وَالْخَطَايَا جَاهَدَ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ حَتَّى إِذَا لَقِيَ الْعَدُوَّ قَاتَلَ حَتَّى يُقْتَلَ فَتِلْكَ مَضْمَضَةٌ مَحَّتْ ذُنُوْبَهُ وَخَطَايَاهُ ، إِنَّ السَّيْفَ مَحَّاءٌ لِلْخَطَايَا وَأُدْخِلَ مِنْ أَيِّ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ شَاءَ ، فَإِنَّ لَهَا ثَمَانِيَةَ أَبْوَابٍ وَلِجَهَنَّمَ سَبْعَةَ أَبْوَابٍ وَبَعْضُهَا أَسْفَلَ مِنْ بَعْضٍ وَرَجُلٌ مُنَافِقٌ جَاهَدَ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ حَتَّى إِذَا لَقِيَ الْعَدُوَّ قَاتَلَ حَتَّى يُقْتَلَ فَذٰلِكَ فِي النَّارِ إِنَّ السَّيْفَ لَا يَمْحَقُ النِّفَاقَ .))

نبی کریم ﷺ کے صحابی سیّدنا عتبہ بن عبد سلمی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قتل ہونے والے تین قسم کے لوگ ہیں: (۱) مومن آدمی جو اپنی جان اور مال کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتا ہے حتیٰ کہ وہ دشمنوں (کافروں) سے قتال کرتا ہے، پھر قتل ہوجاتا ہے۔ یہ آزمائش میں کامیاب شہید ہے جو عرش کے نیچے اللہ تعالیٰ کے (خاص پیدا کردہ) خیمے میں ہوگا۔ انبیائے کرام اس سے صرف درجۂ نبوت میں افضل ہوں گے۔ (۲) وہ مومن شخص جو اپنے آپ پر گناہوں اور غلطیوں کی وجہ سے خوفزدہ ہے۔ وہ اپنی جان اور مال کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہے حتیٰ کہ دشمنوں (کافروں) سے

قتال کرتا ہے، پھر قتل ہوجاتا ہے تو یہ (گویا وضو کی) کلی ہے جس نے اس کے گناہ اور خطائیں دھو دی ہیں۔ بلاشبہ تلوار خطاؤں کو ختم کر دیتی ہے۔ جنت کے جس دروازے سے وہ چاہے گا اسے داخل کیا جائے گا، یقیناً جنت کے آٹھ دروازے ہیں اور جہنم کے سات دروازے ہیں جو اوپر نیچے ہیں۔ (۳) اور منافق شخص جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی جان و مال سے جہاد کرتا ہے حتیٰ کہ دشمنوں سے لڑتا ہے اور قتل ہوجاتا ہے تو یہ شخص (جہنم کی) آگ میں ہے، کیونکہ تلوار سے نفاق ختم نہیں ہوتا۔" (السنن الکبریٰ للبیهقی ۹/ ۱٦٤ وسنده صحیح، الاربعون فی الحث علی الجهاد لابن عساکر: ٤٠ واللفظ له)

فقہ الحدیث:

۱: اس حدیث میں ان مجاہدین کی بڑی فضیلت و منقبت ہے جو اللہ کی راہ میں شہید ہوجاتے ہیں، کیونکہ انبیاء کرام کے بعد ان کا درجہ ہے اور انبیاء علیہم السلام صرف درجۂ نبوت میں افضل ہوں گے۔

۲: جہاد گناہوں اور خطاؤں کا کفارہ ہے، سوائے حقوق العباد کے، مثلاً قرض وغیرہ۔ واللہ غفور رحیم.

۳: اس حدیث میں عرش الرحمٰن کا ثبوت بھی ہے اور یہ قرآن و حدیث میں متواتر ہے۔ اس کا صرف جہمیہ مبتدعہ اور ان کے پیروکاروں نے ہی باطل و فاسد تاویلات کے ذریعے سے انکار کیا ہے۔

۴: حدیث میں دلیل قاطع ہے کہ جہنم سے منافق، مشرک اور کافر وغیرہ کے لیے نجات نہیں ہے۔ البتہ مومن کو اللہ تعالیٰ اپنی وسیع رحمت کے ساتھ ڈھانپ لے گا۔

۵: بلاشبہ جنت اور جہنم کے دروازے ہیں، اسی طرح قرآن کریم میں بھی ہے۔

۶: نبی اور رسول ہر ولی سے افضل ہیں اور جس نے ولایت کو نبوت پر فوقیت دی تو وہ گمراہ ہے، راہ راست سے بھٹکا ہوا ہے۔

۷: یہاں ان لوگوں کے لیے بھی لمحۂ فکریہ ہے جو صراط مستقیم کے لیے ایمان اور توحید کی بجائے جہاد و قتال کو معیار سمجھتے ہیں۔

تصنیف : امام ابو بکر احمد بن الحسین البیہقی رحمہ اللہ — ترجمہ و تحقیق : حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

اثبات عذاب القبر

(قسط:۲)

۱۸) ایک دوسری سند سے اس روایت کے آخر میں آیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک مجھ پر وحی کی گئی ہے کہ تمھیں مسیح دجال کے فتنے کے برابر یا اُس کے قریب، قبر میں آزمایا جائے گا۔ تم میں سے ہر آدمی کے پاس (قبر میں) آیا جاتا ہے، پھر اسے کہا جاتا ہے: تو اس آدمی کے بارے میں کیا کہتا تھا؟ پس جو مومن یا صاحب یقین ہوتا ہے، وہ کہتا ہے: وہ اللہ کے رسول ﷺ ہیں وہ محمد ﷺ ہیں۔ آپ ہمارے پاس واضح دلیلیں اور ہدایت لے کر آئے تو ہم نے قبول کیا اور (آپ کی) اتباع کی۔ پس اسے کہا جاتا ہے: سو جا ہم اچھی طرح جانتے تھے کہ تم ان پر ایمان لائے تھے۔
اور اگر منافق یا شکی ہو تو کہتا ہے: مجھے معلوم نہیں، میں نے لوگوں کو ایک بات کہتے سنا تو میں نے بھی (تقلید کرتے ہوئے) وہی بات کہہ دی۔ پھر اسے قبر میں عذاب دیا جاتا ہے۔ یہ بات نبی ﷺ سے براء بن عازب کی سند سے تفصیلاً مروی ہے۔

۱۹) ابو عوانہ (وضاح بن عبداللہ الیشکری) کی سند کے ساتھ زاذان عن البراء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک انصاری آدمی کے

---

۱۸) صحیح، مسند أحمد (٦/ ٣٦٥)، آدمی کا ''هُوَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ محمد (ﷺ)'' کہنا، اس بات کی دلیل ہے کہ آپ قبر میں موجود نہیں ہوتے۔ نیز دیکھئے حدیث سابق: ۱۷۔

۱۹) حسن، سنن ابی داؤد: ٤٧٥٣، سنن النسائی: ٢٠٠٣، مسند احمد ٤/ ٢٨٧ .

تنبیہ: حدیث کے راوی زاذان اہل سنت میں سے تھے اور جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ وصدوق ہیں، لہٰذا ان کی حدیث صحیح ہوتی ہے، اسی طرح منہال بن عمرو بھی جمہور کے نزدیک صحیح الحدیث ہیں، نیز عمرو بن ثابت ضعیف راوی ہے لیکن اس کے بہت سے صحیح شواہد ہیں۔

جنازے کے لئے نکلے، پھر (جنازے سے فارغ ہو کر) ہم قبر تک پہنچ گئے جبکہ قبر کھودی جا رہی تھی۔ رسول اللہ ﷺ بیٹھ گئے تو ہم بھی آپ کے ارد گرد، بیٹھ گئے (ہم ایسے چپ تھے) گویا کہ ہمارے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں۔ آپ اپنی نظر اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھتے تھے، پھر نظر جھکا کر زمین پر دیکھتے تھے۔ پھر آپ نے فرمایا: ''میں قبر کے عذاب سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔'' یہ بات آپ نے بار بار (کئی دفعہ) کہی۔ پھر فرمایا: ''جب مومن بندہ دنیا کے اختتام اور آخرت کے شروع میں ہوتا ہے تو اس کے پاس ایک فرشتہ آ کر سر کے پاس بیٹھ جاتا ہے، پھر اسے کہتا ہے: اے نفس مطمئنہ! (اے ایمان و اطمینان سے زندگی گزارنے والے شخص) اللہ کی بخشش اور رضامندی کی طرف نکل آ۔ پھر اس آدمی کی روح اس طرح (آسانی سے) نکل جاتی ہے جیسے پانی کے قطرے (آسانی سے) بہتے ہیں۔'' (ایک دوسرے راوی) عمرو بن ثابت کی بیان کردہ روایت میں درج ذیل الفاظ، ابو عوانہ کی روایت سے زیادہ ہیں:

''اگرچہ تم کچھ اور ہی دیکھتے ہو، اور سفید (خوبصورت) چہروں والے فرشتے جنت سے اترتے ہیں گویا کہ اُن کے چہرے سورج کی طرح (دمک رہے) ہیں۔ اُن کے پاس جنت کے کفن اور خوشبو ہوتی ہے۔ وہ (اس کی) نظر کی لمبائی کے قریب بیٹھ جاتے ہیں، پھر جب وہ (فرشتہ اس کی روح) قبض کر لیتا ہے تو وہ آنکھ جھپکنے کے برابر بھی اسے اس کے ہاتھ میں نہیں چھوڑتے۔ یہ (مفہوم) ہے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا کہ ﴿تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُونَ﴾ ''ہمارے فرشتے اسے فوت کرتے ہیں اور وہ اس میں کوتاہی نہیں کرتے۔'' (الانعام: ۶۱)

اس کی روح، انتہائی خوشبودار پائی جانے والی ہوا کی طرح نکلتی ہے، پھر فرشتے اسے لے جاتے ہیں۔ وہ آسمان اور زمین کے درمیان (فرشتوں کے) جس گروہ کے پاس سے گزرتے ہیں، وہ یہی کہتے ہیں کہ یہ کس کی روح ہے؟ تو انہیں اس آدمی کے بہترین ناموں کے ساتھ بتایا جاتا ہے کہ فلاں آدمی کی روح ہے حتی کہ وہ آسمان دنیا کے

دروازوں تک پہنچ جاتے ہیں۔ پھر اس کے لئے دروازہ کھل جاتا ہے اور ہر آسمان کے مقرب فرشتے اس کے ساتھ چلتے ہیں حتی کہ اسے ساتویں آسمان پر لے جاتے ہیں۔ پھر کہا جاتا ہے: اس (بندے) کی کتاب (نامۂ اعمال) کو علیین (اعلیٰ لوگوں) میں درج کردو۔

پھر (دوبارہ) کہا جاتا ہے: اسے زمین پر لے جاؤ۔ بے شک میں نے ان (انسانوں) سے وعدہ کیا تھا کہ میں نے انہیں اسی (زمین) سے پیدا کیا ہے اور اسی میں لوٹا دوں گا اور دوسری دفعہ (زندہ کر کے) اسی سے نکالوں گا۔ پھر اسے زمین پر واپس بھیج دیا جاتا ہے اور اس کی روح (برزخی طور پر) اس کے جسم میں (سوال و جواب کے لئے) لوٹا دی جاتی ہے۔

اور اس کے پاس دو ڈراؤنے فرشتے آ کر اسے ڈراتے ہیں اور بٹھا کر پوچھتے ہیں: یہ آدمی جو تم میں بھیجا گیا تھا تو اس کے بارے میں کیا کہتا تھا؟

تو وہ کہتا ہے: وہ اللہ کے رسول ہیں۔ پھر وہ پوچھتے ہیں: تجھے کس طرح پتہ چلا (کہ وہ رسول ہیں) تو وہ کہتا ہے: وہ ہمارے رب کی طرف سے واضح دلیلیں لے کر ہمارے پاس آئے تو میں آپ پر ایمان لے آیا اور آپ کی تصدیق کی۔ فرمایا: یہ ہے (رب کی) وہ بات کہ ﴿يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ﴾ (ابراہیم: ۲۷) ''اللہ ایمان والوں کو مضبوط قول کے ساتھ دنیا کی زندگی میں ثابت قدم رکھتا ہے اور آخرت میں (بھی) ثابت قدم رکھتا ہے۔'' پھر فرمایا: آسمان سے آواز دینے والا آواز دیتا ہے: میرے بندے نے سچ کہا۔ اسے جنت کا لباس پہنا دو، اور اس کے نیچے جنت کا لباس بچھا دو۔ اسے اس کا ٹھکانہ دکھا دو۔ پس اسے جنت کا لباس پہنایا جاتا ہے اور اس کے نیچے جنت کے بچھونے پھیلائے جاتے ہیں۔ وہ جنت میں اپنا ٹھکانہ دیکھتا ہے اور تاحد نظر اس کی قبر کھول دی جاتی ہے۔ اس کا عمل ایک خوبصورت، بہترین خوشبو والے اور اچھے لباس والے آدمی کی صورت میں اس کے

سامنے آجاتا ہے اور کہتا ہے: اللہ نے تیرے لئے جو کچھ تیار کر رکھا ہے اس کی تجھے خوشخبری ہے۔ تجھے اللہ کی رضامندی اور ایسی جنتوں کی خوشخبری ہے جن کی نعمتیں قائم و دائم ہوں گی۔تو وہ کہتا ہے: اللہ تجھے بہترین خوشخبریاں دے، تم کون ہو؟

تیرا (بہترین) چہرہ ایسے آدمی کا چہرہ ہے جو خیر ہی خیر لے کر آتا ہے۔تو وہ (شخص) کہتا ہے: یہ (آج) تیرا وہ دن ہے جس کا تجھ سے وعدہ کیا گیا تھا اور جس سے تو (بہت) ڈرتا تھا۔ میں تیرا نیک عمل ہوں۔ اللہ کی قسم! میں نے تجھے ایسا ہی پایا ہے کہ تو اللہ کی اطاعت میں تیز تھا اور اس کی نافرمانی میں (بہت) سست تھا۔

اللہ تعالیٰ تجھے جزائے خیر دے، پھر وہ (مرنے والا) کہتا ہے: اے میرے رب! قیامت قائم کر دے تاکہ میں اپنے گھر والوں اور اپنے مال ومتاع کے پاس واپس چلا جاؤں۔

فرمایا: اگر کافر، گنہگار ہوتا ہے تو وہ جب دنیا کے اختتام اور آخرت کے شروع میں پہنچتا ہے تو اس کے پاس فرشتہ آکر اس کے سر کے پاس بیٹھ جاتا ہے اور کہتا ہے: اے خبیث روح (اس جسم سے) نکل جا۔ تیرے لئے اللہ کے غضب اور ناراضی کی خوشخبری ہے۔ پھر کالے چہروں والے فرشتے ایک گندا کفن لے کر اترتے ہیں۔ پس جب (موت کا) فرشتہ اس کی روح قبض کر لیتا ہے تو وہ آنکھ جھپکنے کے برابر بھی اسے اس کے پاس نہیں چھوڑتے۔اس کی روح اس کے جسم میں (ڈر کے مارے) چھپنے کی کوشش کرتی ہے، پھر وہ اسے اس طرح نکالتا ہے کہ اس کی رگیں اور پٹھے اس کے ساتھ پھٹ جاتے ہیں جس طرح کہ گرم سلاخ کو بہت بالوں والی گیلی اُون میں گھسیڑ کر نکالا جاتا ہے۔ اسے (موت کے) فرشتے سے لے لیا جاتا ہے، وہ انتہائی زیادہ بدبودار ہوتی ہے۔ آسمان و زمین کے درمیان وہ جس (فرشتوں کے) گروہ کے پاس سے گزرتے ہیں تو وہ یہی کہتے ہیں کہ یہ کون سی خبیث روح ہے؟ تو وہ جواب دیتے ہیں کہ یہ فلاں آدمی ہے۔ اس کے برے ناموں کے ساتھ اسے یاد کرتے ہیں ۔ پھر جب اسے آسمان دنیا کے پاس پہنچایا جاتا ہے تو دروازہ نہیں کھلتا اور آواز آتی ہے:اسے زمین پر واپس لے جاؤ۔

بے شک میں نے ان سے وعدہ کیا ہے کہ میں نے انہیں مٹی سے پیدا کیا ہے اور اسی میں لوٹا دوں گا اور اسی (مٹی) سے دوبارہ (زندہ کر کے) نکالوں گا۔ فرمایا: اسے آسمان سے پھینک دیا جاتا ہے۔

پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿وَ مَنْ یُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّیْرُ اَوْ تَهْوِیْ بِهِ الرِّیْحُ فِیْ مَكَانٍ سَحِیْقٍ﴾ ''جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا تو اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی آسمان سے گر جائے، پھر اسے پرندے اچکتے پھریں یا ہوا اسے دور دراز مقام پر پھینک دے۔'' فرمایا: پھر اسے زمین پر لوٹا کر اس کے جسم میں (برزخی طور پر) داخل کر دیا جاتا ہے، اور اس کے پاس دو بڑے ڈراؤنے فرشتے آ کر اسے جھڑکتے ہوئے بٹھاتے ہیں اور کہتے ہیں: یہ آدمی جو تم میں بھیجا گیا تھا، اس کے بارے میں تو کیا کہتا تھا؟

تو اسے آپ کا نام ہی نہیں آتا۔ کہا جاتا ہے: محمد ﷺ تو وہ کہتا ہے: مجھے پتہ نہیں میں نے لوگوں کو ایک بات کہتے سنا تھا (میں بھی وہی کہتا تھا) تو کہا جاتا ہے: تو نے عقل سے کام نہیں لیا، پھر اس کی قبر اس پر تنگ کر دی جاتی ہے حتیٰ کہ اس کی پسلیاں ایک دوسرے میں دھنس جاتی ہیں۔ اور اس کے اعمال ایک بدشکل، بدبودار اور گندے کپڑوں والے شخص کی صورت میں اس کے سامنے آ کر کہتے ہیں: تجھے اللہ کے عذاب اور ناراضی کی خوشخبری ہو۔ وہ کہتا ہے: تو کون ہے؟ تیرا چہرہ ایسا ہے جیسے کوئی شر اور انتہائی بری خبر لایا ہو؟ وہ کہتا ہے: میں تیرا خبیث عمل ہوں۔ اللہ کی قسم! مجھے یہی معلوم ہے کہ تو اللہ کی اطاعت میں (انتہائی) سست اور اس کی نافرمانی میں انتہائی تیز تھا۔'' اس سند کے ساتھ عمرو (بن ثابت) کی روایت میں ہے کہ ''اس پر ایک بہرا گونگا (فرشتہ) مقرر کر دیا جاتا ہے جس کے پاس ایک ہتھوڑا ہوتا ہے اگر اس ہتھوڑے کے ساتھ پہاڑ کو مارا جائے تو وہ ریزہ ریزہ ہو جائے۔''

فرمایا: پھر وہ اسے ایسی مار مارتا ہے کہ جنوں اور انسانوں کے سوا (اردگرد کی) تمام

مخلوقات اسے سنتی ہیں، پھر اس کی روح لوٹائی جاتی ہے اور وہ اسے دوبارہ مارتا ہے۔'' یہ حدیث بڑی (اور) سند کے لحاظ سے صحیح ہے۔ ❶

۲۰) براء بن عازب (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک انصاری مرد کے جنازے کے لئے نکلے، پھر ہم قبر تک پہنچ گئے جبکہ قبر کھودی جا رہی تھی۔ پھر (راوی نے) اس (حدیثِ سابق) جیسی حدیث بیان کی۔ ابو عوانہ کی (بیان کردہ) حدیث زیادہ مکمل ہے۔

جریر کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ اللہ عزوجل کا فرمان: ﴿يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ﴾ (ابراھیم: ۲۷) ''اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو مضبوط قول کے ساتھ دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں (بھی) ثابت قدم رکھتا ہے۔'' (الآیہ)

اور کافر کے ذکر میں جریر نے یہ اضافہ کیا: ''پھر اس پر ایک اندھا گونگا (فرشتہ) مسلط کر دیا جاتا ہے جس کے پاس لوہے کا ایک گرز ہوتا ہے۔ اگر اس (گرز) سے پہاڑ کو مارا جائے تو وہ مٹی بن جائے۔''

فرمایا: پھر وہ اسے ایسی مار مارتا ہے کہ (اس سے) مشرق و مغرب کی مخلوقات سنتی ہیں سوائے انسانوں اور جنوں کے، پھر اس (کے جسم) میں روح لوٹا دی جاتی ہے۔''

اسی طرح ایک جماعت نے حدیث بیان کی ہے۔

۲۱) یہ سابقہ روایات کی دوسری سند ہے۔

---

۲۰) صحیح: سنن ابی داود: ۴۷۵۳، نیز دیکھئے: حدیث سابق: ۱۹۔

❶ یہ حدیث واضح دلیل ہے کہ عذاب قبر برحق ہے اور وہ اسی زمین والی قبر میں ہوتا ہے۔ یاد رہے کہ زمین والی قبر کے علاوہ کسی دوسری قبر میں عذاب کا کوئی ثبوت نہیں، بلکہ سرے سے دوسری قبر ہی ثابت نہیں ہے۔

۲۱) صحیح، دیکھئے حدیث سابق: ۱۹۔

۲۲) یہ بھی سابقہ روایت کی دوسری سند ہے۔ یونس بن خباب نے یہ حدیث منارے پر (چڑھ کر) بیان کی تھی۔

۲۳) یہ بھی سابقہ روایت ہے۔ اس میں سلیمان الاعمش اور زاذان ابوعمر، دونوں نے سماع کی تصریح کر رکھی ہے۔

۲۴) یہ بھی سابقہ روایت ہے۔ (دیکھئے حدیث سابق: ۱۹)

۲۵) براء بن عازب (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک انصاری مرد کے جنازے کے لئے نکلے، پھر ہم قبر تک پہنچ گئے جبکہ قبر کھودی جا رہی تھی۔ راوی نے (لمبی) حدیث بیان کی۔

(امام بیہقی نے فرمایا) عدی بن ثابت نے ایسی روایت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے بیان کر رکھی ہے۔

۲۶) ابو حازم (تابعی) نے ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے براء بن عازب (رضی اللہ عنہ) جیسی روایت بیان کی۔ اس میں یہ اضافہ ہے کہ (اسے کہا جاتا ہے) ''متقی مومنوں کی طرح سو جا، اور بدکار سے کہا جاتا ہے: اس حالت میں لیٹ جا کہ تجھے (سانپ بچھو) نوچتے رہیں اور فرمایا: (قبر کے) جتنے بھی جانور (کیڑے) ہیں اُن کا اس کے جسم میں حصہ ہوتا ہے (یعنی وہ سب اسے نوچتے ہیں)'' عائشہ اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے (ایسی روایت) دوسری سندوں سے بھی مروی ہے۔

۲۷) عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میرے پاس ایک یہودی عورت نے آ کر کہا: مجھے کھانا کھلاؤ، اللہ تجھے دجال اور قبر کے فتنے سے بچائے۔

میں نے اسے روکے رکھا حتی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم آ گئے تو میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! یہ

---

۲۲) صحیح ہے۔

۲۶) صحیح ہے۔ دیکھئے حدیث سابق: ۱۹۔

۲۷) صحیح، مسند احمد (۶/ ۱۳۹) اسے حافظ منذری نے صحیح کہا ہے۔ (الترغیب والترہیب ۳/ ۳۶۵)

یہودی عورت کیا کہتی ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا کہتی ہے؟''
میں نے کہا: کہتی ہے کہ اللہ تجھے دجال اور قبر کے فتنے سے بچائے، تو رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوگئے، پھر آپ نے (دعا کے لئے) اپنے ہاتھ خوب پھیلائے۔ آپ دجال کے فتنے اور قبر کے فتنے سے (اللہ کی) پناہ مانگ رہے تھے۔ آپ نے فرمایا:
''دجال کی جو بات ہے تو (سن لو!) کوئی نبی ایسا نہیں تھا جس نے اپنی اُمت کو اس (دجال) سے نہ ڈرایا ہو۔ میں تمھیں (اس کی علامتیں بتا کر) اس طرح ڈراؤں گا جس طرح کسی نبی نے نہیں ڈرایا۔ بے شک وہ (دجال) کانا ہے اور اللہ کانا نہیں ہے۔ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان کافر لکھا ہوا ہے۔ جسے ہر مومن پڑھ لے گا۔
اور رہی قبر کے فتنے کی بات تو (سُن لو!) میرے ساتھ لوگوں کو قبر میں آزمایا جائے گا اور میرے بارے میں اُن سے پوچھا جائے گا۔ پس اگر نیک آدمی ہو تو بغیر کسی ڈر اور خوف کے اسے قبر میں بٹھایا جاتا ہے، پھر اسے کہا جاتا ہے: تو کس (دین) پر تھا؟ تو وہ کہتا ہے: اسلام پر، پھر کہا جاتا ہے: یہ آدمی کون ہے؟ تو وہ کہتا ہے: محمد رسول اللہ ﷺ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمارے پاس واضح دلیلیں لے کر آئے تو ہم (آپ پر) ایمان لے آئے اور (آپ کی) تصدیق کی۔ پھر اسے کہا جاتا ہے: کیا تو نے اللہ کو دیکھا ہے؟ تو وہ کہتا ہے: کوئی آدمی (دنیا میں) اللہ کو نہیں دیکھ سکتا۔ پھر (قبر میں) اس کے سامنے آگ کی طرف ایک کھڑکی کھول دی جاتی ہے تو وہ اسے دیکھتا ہے۔ آگ اس طرح بھڑک رہی ہے کہ گویا ایک دوسرے کو جلا رہی ہے۔ اسے کہا جاتا ہے: دیکھو، اس سے اللہ نے تجھے بچا لیا ہے، پھر جنت کی طرف ایک کھڑکی کھول دی جاتی ہے تو وہ جنت کی نعمتیں دیکھتا ہے۔
اسے کہا جاتا ہے: یہ تیرا ٹھکانہ ہے اور کہا جاتا ہے: تو یقین پر تھا اور اسی پر فوت ہوا، جب اللہ چاہے گا تو اس پر زندہ ہوگا۔ فرمایا: اور جو برا آدمی ہے اسے اس کی قبر میں بٹھایا جاتا ہے، وہ ڈرا ہوا اور سخت خوف زدہ ہوتا ہے۔ اسے کہا جاتا ہے: تو کس (دین) پر

تھا؟ تو وہ کہتا ہے: مجھے پتہ نہیں، پھر کہا جاتا ہے: یہ آدمی کون ہے؟
تو وہ کہتا ہے: میں نے لوگوں کو ایک بات کہتے سنا تھا، پھر جنت کی طرف، اس کے سامنے ایک کھڑکی کھول دی جاتی ہے تو وہ جنت کی نعمتیں دیکھتا ہے، اسے کہا جاتا ہے: دیکھو! اللہ نے اسے تجھ سے ہٹا دیا ہے (اور تجھے اس جنت سے محروم کر دیا ہے) پھر اس کے سامنے (جہنم کی) آگ کی طرف کھڑکی کھول دی جاتی ہے وہ دیکھتا ہے کہ آگ اس طرح بھڑک رہی ہے کہ گویا ایک دوسرے کو جلا رہی ہے۔
پھر کہا جاتا ہے: یہ تیرا ٹھکانہ ہے، پھر کہا جاتا ہے: تو شک پر تھا، اسی پر مرا اور جب اللہ چاہے گا اس پر تو زندہ کیا جائے گا۔" (حدیث کے) یہ الفاظ یحییٰ بن ابی بکر کے (بیان کردہ) ہیں۔ شبابہ کی روایت کے آخر میں ہے کہ "اور جب اللہ چاہے گا اسی پر تو زندہ کیا جائے گا، پھر اسے عذاب دیا جاتا ہے۔" [1]

۲۸) عائشہ رضی اللہ عنہا کی بیان کردہ سابق حدیث کی طرح ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے جو کہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کی ہے۔

۲۹) محمد بن یحییٰ (الذہلی) کی روایت میں ہے کہ "پھر اسے کہا جاتا ہے: کیا تو نے اللہ کو دیکھا ہے؟ تو وہ کہتا ہے: کوئی آدمی اللہ کو دیکھ نہیں سکتا۔" محمد بن یحییٰ نے (اس کی تشریح میں) فرمایا: یہ (حدیث) دنیا کے بارے میں ہے، کیونکہ جنتی لوگ اپنی آنکھوں سے اللہ کو دیکھیں گے۔

۳۰) ابو سعید الخدری (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے، انھوں نے کہا: ہم ایک جنازے میں

---

[1] فتنۂ دجال اور عذاب قبر برحق ہے، نیز جب اللہ تعالیٰ چاہے گا بندے کو اسی زمین والی قبر سے دوبارہ اٹھائے گا۔ یہ حدیث واضح دلیل ہے کہ دنیا میں کوئی شخص اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکتا، البتہ آخرت میں اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو اپنا دیدار کرائے گا۔ ان شاء اللہ

۲۸) اس کی سند صحیح ہے، مسند احمد ۶/ ۱۴۰۔

۲۹) صحیح ہے۔ دیکھئے عقیدۃ السلف: اصحاب الحدیث للامام الصابونی (ص ۶۵)

۳۰) اس کی سند حسن ہے۔ مسند احمد ۳/ ۳، ۴۔ اسے حافظ منذری نے صحیح کہا ہے۔ (الترغیب والترہیب ۴/ ۳۶۴)

رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حاضر تھے تو آپ نے فرمایا: ''اے لوگو! بے شک یہ امت اپنی قبروں میں آزمائی جائے گی۔ پس جب انسان کو دفن کر دیا جاتا ہے تو اس کے ساتھی (وہاں سے) منتشر ہو جاتے ہیں۔ مرنے والے کے پاس ایک فرشتہ، ہاتھ میں ہتھوڑا لئے آکر اسے بٹھاتا ہے۔ پھر کہتا ہے: تو اس آدمی کے بارے میں کیا کہتا تھا؟

پس اگر وہ مومن تھا تو کہتا ہے: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں، تو اسے کہا جاتا ہے: تو نے سچ کہا۔

پھر اس کے سامنے آگ کی طرف ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے: اگر تو اپنے رب کے ساتھ کفر کرتا تو یہ تیرا مقام تھا، چونکہ تو اہل ایمان میں سے ہے تو تیرا (یہ دوسرا) ٹھکانہ ہے، پھر جنت کی طرف ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔ پس وہ چاہتا ہے کہ وہاں (جنت میں) چڑھ جائے تو اسے کہا جاتا ہے: سکون سے ٹھہرے رہو۔ اس کی قبر کھول دی جاتی ہے اور اگر (دنیا میں) کافر یا منافق تھا تو (فرشتہ) اسے کہتا ہے: تو اس آدمی کے بارے میں کیا کہتا تھا؟

تو وہ کہتا ہے: مجھے پتہ نہیں، میں نے لوگوں کو ایک چیز کہتے سنا تو وہی بات میں نے کہہ دی، پھر اسے کہا جاتا ہے: نہ تو تُو نے عقل سے کام لیا نہ (انبیاء کی) پیروی کی اور نہ تو نے سیدھا راستہ اختیار کیا۔

پھر وہ (فرشتہ) اسے ایک ہتھوڑے سے مارتا ہے جسے (اس کے اردگرد کی) تمام مخلوقات سنتی ہیں، سوائے انسانوں اور جنوں کے۔'' بعض لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! جس آدمی کے سامنے (قبر میں) فرشتہ ہتھوڑا لئے آئے گا وہ آدمی تو شدید ڈر جائے گا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ ایمان والوں کو مضبوط قول کے ساتھ ثابت قدم رکھتا ہے۔''

ابوالحسن انبالوی

اعترافِ حقیقت

بریلوی مکتبۂ فکر کے پبلشر ادارے ''دارالاسلام'' جس کے میر مجلس غلام رسول سعیدی بریلوی اور اعیان مشاورت میں ڈاکٹر اشرف آصف جلالی جیسے لوگ شامل ہیں۔ اس ادارے کی طرف سے ایک کتاب بنام ''نظام العقائد معروف بہ عقائد نظامیہ'' شائع ہوئی ہے جس کے مؤلف محمد فخر الدین چشتی نظامی اور مترجم سید مسلم نظامی ہیں۔

صاحبِ کتاب نے لکھا: ''27۔ حق تعالیٰ کے ید اور وجہ اور نفس مبارک ہے جیسا اس کی ذات کے لائق ہے۔ اس سبب سے کہ خدائے برتر نے قرآنِ مجید میں ذکر کیا ہے۔ وَجہ (یعنی منھ) کی نسبت یہ ذکر، چناں چہ اس کا قول ہے: ''كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ'' (القصص: ۸۸) یعنی ہر شے ہلاک ہونے والی ہے مگر روئے مبارک اس کا ۔اور یَدُ (یعنی ہاتھ) کی نسبت یہ ذکر، جیسا اس کا قول ہے: ''يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ'' (الفتح: ۱۰) یعنی خدا کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر ہے اور نفس کی نسبت یہ ذکر جیسا خدا تعالیٰ کا یہ قول کہ عیسیٰ علیہ السلام کی بابت بہ طور حکایت ہے: ''تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَ لَآ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ'' (المائدۃ: ۱۱۶) یعنی تُو جانتا ہے جو میرے جی میں ہے اور جو تیرے جی میں ہے وہ میں نہیں جانتا۔ اور خدائے تعالیٰ کی صفتیں بلا کیف ہیں (یعنی بدوں اس کے کہ کیوں کر اور کیسی ہیں)، اس لیے کہ کیفیاتِ صفات معلوم نہیں ہیں (اور نہ ہوسکتی ہیں، کیوں کہ محدود بے حد کو حد میں نہیں لا سکتا اور بغیر احاطہ کیے کیفیت و حقیقت نہیں جانی جا سکتی ۔ پس ازلی و ابدی صفات کی کیفیات ان کے قدیم و دائم ہونے کے سبب کوئی مخلوق حادث جو عدد میں محدود ہے' نہیں جان سکتا۔ ناچار اس کے بلا کیف ہونے پر ایمان و اعتقاد لائے گا۔)

28۔ مذکورہ بالا صفات و الفاظ کی تاویل کر کے یوں نہ کہنا چاہیے جیسا پچھلے جو اگلوں کے مخالف ہیں' کہتے ہیں کہ یَد سے مراد قدرت ہے یا نعمتِ حق ہے اس لیے کہ تاویل کی

صورت میں صفتِ حق کا باطل کرنا ہے حالاں کہ مثل صفتِ قدرت یہ بھی ایک صفتِ حق ہے اور یہ قولِ تاویل قدریہ اور معتزلہ کا ہے اور نہ ہم اس کو مثل مخلوق کے ہاتھ کے جانتے ہیں ولیکن ید حق صفتِ حق ہے بلا کیف کہ ہم اس یَــد کی کیفیت کو جو خدا کی صفت ہے' نہیں پہچانتے ہیں، جیسا کہ اس کی باقی صفات کی کُنہ اور حقیقت کی معرفت میں ہم عاجز ہیں، بل کہ اس سے بڑھ کر اسی طرح ذات کی معرفت سے بھی ہم عاجز ہیں، لہٰذا اس کو بلا کیف ایک صفتِ حق جانتے ہیں۔

29۔ حق تعالیٰ کا غضب اور اس کی رضا؛ یہ بھی اس کی صفات میں سے دو صفتیں ہیں لیکن بلا کیف۔ " (ص ۱۵۔۱۶)

گستاخ کون؟

غلام حیدر علی شاہ بریلوی لکھتا ہے: "اَلشَّیْخُ فِیْ قَوْمِهٖ كَالنَّبِيِّ فِیْ اُمَّتِهٖ

یعنی قوم میں شیخ وقت کے نبی کی طرح ہوتا ہے اور اس نبی یعنی شیخ کا اتباع کلی سلوک کی ہدایت ہوتی ہے اور ایک اور قول بھی اس معنی کے سلسلہ میں منسوب ہے۔ بندہ نے عرض کیا اس قول کی تاویل اس طرح لکھی ہے کہ آنحضرت ﷺ کا معراج زمین سے عرش تک ظاہری جسم سے ہوا ہے اور چشم ظاہر سے تمام مشاہدات ہوئے لیکن ولی جب درجہ کمال کو پہنچتا ہے تو وجود باطن اور سر کی آنکھ سے اسے یہ مشاہدات نصیب ہوتے ہیں۔

اس موقع پر قدم نمبر دار نے ازراہ تعجب کہا کہ

اَلشَّیْخُ فِیْ قَوْمِهٖ كَالنَّبِيِّ فِیْ اُمَّتِهٖ

حدیث ہے یا قول۔ حدیث ہے کیونکہ قوم اور امت کا ایک ہی معنی ہوتا ہے اور نبی کا کام بھی مخلوق کی رہبری کرنا ہوتا ہے اور شیخ کا کام بھی یہی ہوتا ہے۔ **بلکہ انبیاء کی نسبت یہ کام اولیا سے بہتر طور پر ظہور پذیر ہوا ہے۔** چنانچہ حضرت صاحب تونسوی ہی کو لیں۔ ہزار و ہزار لوگ ان سے فیضیاب ہوئے ان کا شمار ہی نہیں ہوسکتا۔" (ملفوظاتِ حیدری ص ۱۵۲۔۱۵۳)

ابوالحسن انبالوی

ظہور احمد حضروی کوثری کے ”تناقضات ...“ پر ایک نظر

ظہور احمد نے لکھا:

”علی بن الجعد ”صحیح بخاری“ کا راوی ہے، اس نے بیس رکعت تراویح کی حدیث روایت کی تو زبیر علی زئی نے اس کو انتہائی شدید جروح کا نشانہ بنایا، چنانچہ اس کے بارے میں لکھا کہ: یہ اہل سنت والجماعت سے خارج تھا۔ وہ کہتا تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو عذاب دے تو مجھے ناپسند نہیں ہے۔ اور وہ صحابہ کو برا کہتا تھا۔ (ہدیۃ المسلمین ص۹۱) نیز لکھا ہے: علی بن الجعد تو مختلف فیہ اور مجروح ہے۔ (امین اوکاڑوی کا تعاقب، ص ۶۵) لیکن دوسری طرف اپنے حق میں اس کی متعدد روایات سے استدلال کرتے ہوئے اس کو صحیح اور قوی قرار دیا ہے۔“ (تناقضات ص۶۳)

تجزیہ: ظہور احمد تناقضات نامی چھوٹی سی کتاب لکھ کر خوش ہے کہ اس نے بڑا معرکہ مار لیا ہے اور اپنے عوام وخواص کو یہ طفل تسلی دی جا رہی ہے کہ ”ہم نے آل دیوبند کے دفاع میں اور حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے رد میں ایک کتاب لکھ دی ہے“ لیکن اس میں ہے کیا؟

کسی نے غور نہیں کیا اور کرتے بھی کیوں؟ کیونکہ قمیص اٹھانے سے اپنا ہی پیٹ ننگا ہوگا۔ اس ساری کتاب میں مکروفریب اور دجل کے ذریعے سے سفید کو سیاہ اور سیاہ کو سفید ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

قارئین کرام! آپ نے غور کیا ہے کہ جب تک محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ حیات تھے، ظہور احمد کو اپنی یہ کتاب منظر عام پر لانے کی جرأت ہی نہیں ہوئی جونہی شیخ محترم رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، کتاب منظر عام پر آ گئی کہ اب ہمارے جھوٹوں اور فراڈوں پر پردہ پڑا رہے گا، لیکن یہ ان حضرات کی خام خیالی ہی ثابت ہوگی۔ (ان شاء اللہ)

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے نزدیک علی بن الجعد ثقہ راوی ہے

شیخ محترم رحمہ اللہ خود لکھتے ہیں: ''اگر کوئی کہے کہ آپ نے بھی صحیح بخاری کے راوی علی بن الجعد پر جرح کی ہے تو عرض ہے کہ میں نے علی بن الجعد کو ضعیف نہیں کہا بلکہ لکھا ہے: ''علی بن الجعد مختلف فیہ راوی ہے، جمہور نے اس کی توثیق کی ہے، مگر...'' (اوکاڑوی کا تعاقب ص ۷۷)

اور لکھا ہے: ''اگرچہ وہ ثقہ وصدوق ہے، لیکن سخت بدعتی بھی ہے، ایسے راوی کی روایت اگر بالاتفاق ثقہ راویوں کے خلاف ہو تو مردود ہوتی ہے......'' (اوکاڑوی کا تعاقب ص ۷۸)

یعنی میں نے علی بن الجعد کو ثقہ وصدوق تسلیم کیا ہے اور ان کی صرف ایک روایت کو شذوذ (امام مالک کی مخالفت) کی وجہ سے شاذ قرار دیا ہے اور یہ روایت صحیح بخاری کی نہیں بلکہ بیہقی وغیرہ کی ہے، لہٰذا معارضہ پیش کرنا باطل ہے۔'' (مقالات ۴/ ۴۸۰)

الحمدللہ! شیخ محترم رحمہ اللہ کی تحریر نکھری اور بڑی واضح ہے، اس کے بعد وہی شخص تناقضات کا راگ الاپے گا جس کے نصیبے ہی میں اکاذیب، مغالطات، خیانتیں اور جہالتیں ہوں۔

ظہور احمد نے یہاں بقول حبیب اللہ ڈیروی دیوبندی خیانت وتلبیس کا ارتکاب بھی کیا ہے، کیونکہ ہدیۃ المسلمین کے جس ایڈیشن کو معتبر قرار دیا گیا ہے اس میں مذکورہ عبارت نہیں اور اس ایڈیشن کے علاوہ کو کالعدم قرار دیا گیا ہے۔ (دیکھئے مقدمہ ہدیۃ المسلمین ص ۱۰)

لہٰذا ظہور احمد کا اسے تناقض قرار دینا اور یہ باور کرانا کہ اگر یہ راوی شیخ محترم کے حق میں روایت کرے تو اسے ثقہ اور اگر خلاف کرے تو اسے مختلف فیہ اور مجروح گردانتے ہیں باطل ومردود ہے، کیونکہ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ علی بن الجعد کو ثقہ علی الراجح کہتے ہیں۔ دیکھئے تعداد رکعات قیام رمضان (ص ۷۷)

اور ضعف کی صرف یہ صورت بیان کی ہے کہ جب بالاتفاق ثقہ راویوں کی مخالفت کرے۔ شبیر احمد عثمانی دیوبندی نے علی بن الجعد کو بدعتی راویوں میں شمار کیا ہے۔

دیکھئے مبادی علم الحدیث واصولہ (ص ۴۳۳)

ظہور احمد کا عثمانی صاحب کے بارے میں کیا خیال ہے؟؟!!

حافظ زبیر علیزئی رحمہ اللہ

انوار السنن فی تحقیقِ آثار السنن

(۱۹)

۲۱۷) وَعَنْ مَحْمُوْدِ بْنِ لَبِيْدٍ عَنْ رِجَالٍ مِنْ قَوْمِهِ مِنَ الْأَنْصَارِ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((**مَا أَسْفَرْتُمْ بِالْفَجْرِ فَإِنَّهُ أَعْظَمُ بِالْأَجْرِ.**))

رَوَاهُ النِّسَائِيُّ وَقَالَ الْحَافِظُ الزَّيْلَعِيُّ: بِسَنَدٍ صَحِيْحٍ.

اور (سیدنا) محمود بن لبید (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ اُن کی قوم انصار کے لوگوں (صحابۂ کرام) نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''فجر کی نماز تم جتنی روشنی میں پڑھو گے تو تمھارا ثواب اتنا ہی زیادہ ہوگا۔''

اسے نسائی (۱/۲۷۲ ح ۵۵۰) نے روایت کیا ہے اور (متأخرین حنفیہ میں سے) حافظ زیلعی نے کہا: صحیح سند سے روایت کیا ہے۔

انوار السنن: اس کی سند صحیح ہے۔

یہ حدیث منسوخ ہے۔ دیکھئے حدیث سابق: ۲۱۶

۲۱۸) وَعَنْ هُرَيْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ جَدِّيْ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِبِلَالٍ: ((**نَوِّرْ بِصَلٰوةِ الصُّبْحِ حَتّٰى يُبْصِرَ الْقَوْمُ مَوَاقِعَ نَبْلِهِمْ مِنَ الْأَسْفَارِ.**))

رَوَاهُ ابْنُ اَبِيْ حَاتِمٍ وَ ابْنُ عَدِيٍّ وَالطِّيَالِسِيُّ وَ إِسْحَاقُ وَ ابْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ وَ الطَّبْرَانِيُّ وَ إِسْنَادُهُ حَسَنٌ.

اور ہریر بن عبدالرحمٰن بن رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ (مجہول الحال تبع تابعی) سے روایت ہے کہ میں نے اپنے دادا رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا (؟!) کہ رسول اللہ ﷺ نے بلال (رضی اللہ عنہ) سے فرمایا: ''صبح کی نماز روشن کر کے پڑھو حتیٰ کہ لوگ روشنی کی

وجہ سے اپنے تیر پھینکنے کی جگہ دیکھ لیں۔''

اسے ابن ابی حاتم (کتاب علل الحدیث ۱/ ۱۴۳ ح ۴۰۰) ابن عدی (؟) طیالسی (ھو ابو داود الطیالسی وھذا فی مسندہ: ۹۶۱) اسحاق (بن راھویہ: ؟) ابن ابی شیبہ (مسند ۱/ ۹۷ ح ۶۴) اور طبرانی (المعجم الکبیر ۴/ ۲۷۸ ح ۴۴۱۴ وسندہ ضعیف) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

انوار السنن: اس کی سند ضعیف ہے۔

ہریر بن عبدالرحمٰن بن رافع بن خدیج مجہول الحال راوی ہے، اسے صرف ابن حبان نے ثقہ قرار دیا ہے۔ حافظ ابن حبان نے اسے اتباع التابعین میں ذکر کیا ہے۔

(کتاب الثقات ۷/ ۵۸۹۔۵۹۰)

یعنی وہ تابعی نہیں، لہٰذا سیدنا رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے اس کے سماع کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

معلوم ہوا کہ یہ سند منقطع ہے اور بعض راویوں کا ''سَمِعْتُ جَدِّي'' میں نے اپنے دادا سے سنا، کہنا وہم و خطأً ہونے کی وجہ سے مردود ہے اور یہ راوی بھی ایسے ہیں جو کہ ضعیف و مجہول ہیں، یعنی ہریر تک بھی سند صحیح نہیں۔

تنبیہ (۱): طبرانی کی روایت میں فضیل بن محمد الملطی ہے جس کی توثیق کہیں بھی نہیں ملی اور حافظ عبدالغنی بن سعید المصری نے فرمایا: ملطیوں میں کوئی بھی ثقہ نہیں۔

(الانساب للسمعانی ۵/ ۳۸۰)

تنبیہ (۲): نیموی صاحب نے ابن عدی اور اسحاق بن راھویہ کے حوالے بھی دیئے ہیں، لیکن یہ حوالے اصل کتابوں میں نہیں ملے، لہٰذا ہباءً منثوراً ہیں اور یہ پتا نہیں کہ نیموی صاحب نے کس سے سن کر یہ حوالے لکھے تھے۔ واللہ اعلم

۲۱۹) وَعَنْ بَيَانَ قَالَ: قُلْتُ: لِأَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: حَدِّثْنِي بِوَقْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِي الصَّلٰوةِ. قَالَ: كَانَ يُصَلِّي الظُّهْرَ عِنْدَ دُلُوْكِ

الشَّمْسِ وَ يُصَلِّي الْعَصْرَ بَيْنَ صَلٰوتَيْكُمُ الْأُوْلٰى وَالْعَصْرِ وَكَانَ يُصَلِّي الْمَغْرِبَ عِنْدَ غُرُوْبِ الشَّمْسِ وَ يُصَلِّي الْعِشَاءَ عِنْدَ غُرُوْبِ الشَّفَقِ وَ يُصَلِّي الْغَدَاةَ عِنْدَ طُلُوْعِ الْفَجْرِ حِيْنَ يُفْتَتَحُ الْبَصَرُ، كُلُّ مَا بَيْنَ ذٰلِكَ وَقْتٌ أَوْ قَالَ: صَلٰوةٌ.

رَوَاهُ أَبُو يَعْلٰى وَ قَالَ الْهَيْثَمِيُّ: إِسْنَادُهُ حَسَنٌ.

اور بیان (رحمہ اللہ) سے روایت ہے کہ میں نے انس (بن مالک) رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا وقت بتائیں۔ انھوں نے فرمایا: آپ سورج ڈھلتے ہی ظہر کی نماز پڑھتے تھے اور عصر کی نماز تمھاری ان دو نمازوں: پہلی (ظہر) اور عصر کے (درمیان) پڑھتے تھے۔ مغرب کی نماز آپ سورج غروب ہوتے ہی اور عشاء کی نماز شفق غائب ہونے کے وقت پڑھتے تھے اور صبح کی نماز طلوعِ فجر کے وقت جب آنکھ کھل جاتی (یعنی اندھیرے میں) پڑھتے تھے۔ ان سب کے درمیان نماز کا وقت ہے۔

اسے ابویعلیٰ (۷/ ۶۷ ح ۴۰۰۴) نے روایت کیا ہے اور ہیثمی نے (مجمع الزوائد ۱/ ۳۰۴ میں) کہا: اس کی سند حسن ہے۔

انوار السنن: اس کی سند صحیح ہے۔

اس موقوف اثر سے معلوم ہوا کہ صبح کی نماز طلوعِ فجر کے وقت، یعنی اندھیرے میں پڑھنی چاہیے، لہٰذا نیموی صاحب کا اس کو اسفار (روشنی) والے باب میں ذکر کرنا بہت ہی عجیب وغریب ہے۔ اس اثر سے عصر کی نماز ایک مثل پر پڑھنے کا ثبوت ملتا ہے جس کی مخالفت کرتے ہوئے بعض تقلیدی ''حضرات'' دو مثل کے بعد (یا چار مثل پر) عصر کی نماز پڑھتے ہیں۔!!

۲۲۰) وَعَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ قَالَ: صَلّٰى بِنَا مُعَاوِيَةُ رضی اللہ عنہ الصُّبْحَ بِغَلَسٍ فَقَالَ أَبُو الدَّرْدَاءِ رضی اللہ عنہ: أَسْفِرُوا بِهٰذِهِ الصَّلٰوةِ فَإِنَّهُ أَفْقَهُ لَكُمْ، إِنَّمَا تُرِيْدُوْنَ أَنْ تُخَلُّوْا بِحَوَائِجِكُمْ. رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَ إِسْنَادُهُ حَسَنٌ.

اور جبیر بن نفیر (رحمہ اللہ) سے روایت ہے کہ ہمیں معاویہ (بن ابی سفیان) رضی اللہ عنہ نے صبح کی نماز اندھیرے میں پڑھائی تو ابو درداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس نماز کو روشنی کر کے پڑھو، کیونکہ یہ تمھارے لئے زیادہ تفقہ کی بات ہے۔ تم تو اپنے کاموں (حوائج دنیا) سے فارغ ہونا چاہتے ہو؟

اسے طحاوی (۱/۱۸۳، اور ابن ابی شیبہ ۱/ ۳۲۱) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

انوار السنن: اس کی سند حسن ہے۔

یہاں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا عمل چونکہ صحیح احادیث اور جمہور صحابہ کے مطابق ہے، لہٰذا اسی کو ترجیح ہے، نیز سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ کے فتوے کے دو معانی ہو سکتے ہیں:

اول: بہت زیادہ اندھیرے میں (مثلاً اذان کے پانچ منٹ بعد) فجر کی نماز نہ پڑھو بلکہ روشنی کر کے (یعنی اذان کے بیس منٹ یا آدھا گھنٹہ بعد) پڑھو۔ اس طرح سب آثار میں تطبیق ہو جاتی ہے اور یہی راجح ہے۔

دوم: نماز فجر خوب روشنی کر کے (مثلاً اذان کے گھنٹہ سوا گھنٹہ بعد) پڑھو۔ اس قول کی بنیاد منسوخ حدیث پر ہے، لہٰذا جمہور صحابہ کے مقابلے میں یہ مفہوم مرجوح ہے۔ واللہ اعلم

۲۲۱) وَعَنْ عَلِيِّ بْنِ رَبِيْعَةَ قَالَ: سَمِعْتُ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ لِمُؤَذِّنِهِ: أَسْفِرْ أَسْفِرْ .

رَوَاهُ عَبْدُ الرَّزَاقِ وَأَبُوبَكْرِ بْنِ أَبِيْ شَيْبَةَ وَالطَّحَاوِيُّ وَ إِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ.

اور علی بن ربیعہ (رحمہ اللہ) سے روایت ہے کہ میں نے علی رضی اللہ عنہ کو اپنے مؤذن سے فرماتے ہوئے سنا: روشنی کر روشنی کر۔

اسے عبدالرزاق (۱/ ۵۶۹ ح ۲۱۶۵) ابو بکر بن ابی شیبہ (۱/ ۳۲۱) اور طحاوی (۱/۱۸۰) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

انوار السنن: اس کی سند ضعیف ہے۔

اس میں سفیان ثوری رحمہ اللہ مدلس ہیں۔ (تقدم: ۲۰۹) اور روایت عن سے

ہے۔شریک القاضی نے امام سفیان ثوری رحمہ اللہ کی متابعت کی ہے لیکن شریک القاضی رحمہ اللہ بھی مدلس ہیں۔(تقدم:۳۲) اور عن سے روایت کر رہے ہیں۔

ابھی تک یہ ثابت نہیں ہوسکا کہ امام سفیان ثوری اور امام شریک القاضی رحمہما اللہ نے یہ روایت کس شخص سے سنی تھی؟ جب تک اس کا تعین نہیں ہوگا، روایت ضعیف ہی رہے گی۔

۲۲۲) وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ: كُنَّا نُصَلِّي مَعَ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَكَانَ يُسْفِرُ بِصَلٰوةِ الصُّبْحِ .

رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ وَ أَبُوْ بَكْرِ بْنِ أَبِيْ شَيْبَةَ وَإِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ.

اور عبدالرحمٰن بن یزید (رحمہ اللہ) سے روایت ہے کہ ہم ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز پڑھتے تھے تو آپ صبح کی نماز روشنی کر کے پڑھتے تھے۔

اسے طحاوی (۱۸۲/۱) عبدالرزاق (۱/ ۵۶۸ ح ۲۱۶۰) اور ابوبکر بن ابی شیبہ (۱/ ۳۲۱) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

انوارالسنن: اس کی سند ضعیف ہے۔

اس میں ابواسحاق السبیعی مدلس ہیں۔(تقدم:۹۹) اور روایت عن سے ہے۔

تنبیہ: انتہائی قابلِ غور بات یہ ہے کہ دیوبندی و بریلوی اور حنفی آلِ تقلید جو عام روایتیں بطورِ حجت پیش کرتے ہیں ان میں ضعیف و مدلس راوی ہوتے ہیں یا پھر وہ ایسی روایتیں ہوتی ہیں جن کا مفہوم وہ نہیں ہوتا جو کہ یہ آلِ تقلید ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

انصاف تو یہ ہے کہ آدمی اصولِ حدیث اور اسماء الرجال کو مدِنظر رکھتے ہوئے صحیح احادیث کو لے اور ضعیف و مردود روایات کو چھوڑ دے۔

جو آثار مرفوع احادیث کے ساتھ ملتے ہیں اُنھیں سر آنکھوں پر رکھے اور جو ٹکراتے ہیں اور تطبیق و توفیق بھی ممکن نہیں تو انتہائی عزت و احترام کے ساتھ انھیں چھوڑ کر نبی کریم ﷺ کی حدیث اور اس کے مطابق آثار سلف صالحین کو سینے سے لگا لے اور اسی میں نجات ہے۔

أَبْوَابُ الْأَذَانِ بَابُ فِيْ بَدْءِ الْأَذَانِ

اذان کے ابواب اذان کی ابتدا کا باب

۲۲۳) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ قَالَ: كَانَ الْمُسْلِمُونَ حِينَ قَدِمُوا الْمَدِينَةَ يَجْتَمِعُونَ فَيَتَحَيَّنُونَ الصَّلَاةَ، لَيْسَ يُنَادَى لَهَا فَتَكَلَّمُوا يَوْمًا فِي ذَلِكَ فَقَالَ بَعْضُهُمْ: اتَّخِذُوا نَاقُوسًا مِثْلَ نَاقُوسِ النَّصَارَى وَقَالَ بَعْضُهُمْ: بَلْ بُوقًا مِثْلَ قَرْنِ الْيَهُودِ فَقَالَ عُمَرُ رضی اللہ عنہ: أَوَلَا تَبْعَثُونَ رَجُلًا يُنَادِي بِالصَّلَاةِ؟

فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم **((يَا بِلَالُ قُمْ فَنَادِ بِالصَّلَاةِ.))** رَوَاهُ الشَّيْخَانِ.

ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مسلمان جب مدینہ آئے تو اکٹھے ہو جاتے تھے، پھر اندازے سے نماز پڑھتے تھے، نماز کے لئے اذان نہیں ہوتی تھی، پھر ایک دن انھوں نے اس کے بارے میں باتیں کیں تو بعض نے کہا: جس طرح عیسائی ناقوس بجاتے ہیں تم بھی اسی طرح کرلو۔ بعض نے کہا: جس طرح یہودی سینگ میں پھونک مار کر (بوق) بجاتے ہیں تم بھی اس طرح کا سینگ بنا لو تو عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا تم کوئی آدمی مقرر نہیں کر لیتے جو نماز کی آواز دے؟ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے بلال! اُٹھ نماز کے لئے اذان دے۔''

اسے شیخین (بخاری: ۶۰۴، مسلم: ۳۷۷) نے روایت کیا ہے۔

۲۲۴) وَعَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: ذَكَرُوا النَّارَ وَالنَّاقُوسَ فَذَكَرُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى فَأُمِرَ بِلَالٌ رضی اللہ عنہ أَنْ يَشْفَعَ الْأَذَانَ وَأَنْ يُوتِرَ الْإِقَامَةَ.

رَوَاهُ الشَّيْخَانِ.

اور انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگوں نے آگ (جلانے) اور ناقوس بجانے کا ذکر کیا تو یہودیوں اور عیسائیوں کا تذکرہ کیا، چنانچہ بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا گیا کہ اذان دوہری اور

اقامت اکہری کہیں۔

اسے شیخین (بخاری: ۶۰۳، مسلم: ۳۷۸) نے روایت کیا ہے۔

۲۲۵) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَبْدِ رَبِّهِ رضی اللہ عنہ قَالَ: لَمَّا أَمَرَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ بِالنَّاقُوسِ يُعْمَلُ لِيُضْرَبَ بِهِ لِلنَّاسِ لِجَمْعِ الصَّلَاةِ طَافَ بِي وَأَنَا نَائِمٌ رَجُلٌ يَحْمِلُ نَاقُوسًا فِي يَدِهِ فَقُلْتُ يَا عَبْدَ اللّٰهِ أَتَبِيعُ النَّاقُوسَ؟ فَقَالَ: وَمَا تَصْنَعُ بِهِ؟ فَقُلْتُ: نَدْعُو بِهِ إِلَى الصَّلَاةِ. قَالَ: أَفَلَا أَدُلُّكَ عَلَى مَا هُوَ خَيْرٌ مِنْ ذٰلِكَ؟ فَقُلْتُ لَهُ: بَلَى! قَالَ فَقَالَ: تَقُولُ اللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ فَذَكَرَ الْأَذَانَ وَ الْإِقَامَةَ قَالَ: فَلَمَّا أَصْبَحْتُ أَتَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ فَأَخْبَرْتُهُ بِمَا رَأَيْتُ فَقَالَ: ((**إِنَّهَا لَرُؤْيَا حَقٌّ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ فَقُمْ مَعَ بِلَالٍ.**)) فَجَعَلْتُ أُلْقِيهِ عَلَيْهِ وَيُؤَذِّنُ بِهِ قَالَ: فَسَمِعَ ذٰلِكَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ وَهُوَ فِي بَيْتِهِ فَخَرَجَ يَجُرُّ رِدَاءَهُ وَيَقُولُ: وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ يَا رَسُولَ اللّٰهِ! لَقَدْ رَأَيْتُ مِثْلَ مَا رَأَى. فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ((**فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ**)) رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ وَأَحْمَدُ وَإِسْنَادُهُ حَسَنٌ.

اور عبد اللہ بن زید بن عبد ربہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناقوس بنانے کا حکم دیا تا کہ لوگوں کو نماز کے لئے اکٹھا کرنے کے لئے ناقوس بجایا جائے تو میں نے خواب میں ایک آدمی دیکھا جو اپنے ہاتھ میں ناقوس لے کر جا رہا تھا، میں نے کہا: اے اللہ کے بندے! کیا تو یہ ناقوس بیچتا ہے؟ اس نے کہا: تم اسے کیا کرو گے؟ میں نے کہا: ہم اس کے ساتھ نماز کے لئے بلائیں گے۔ اس نے کہا: کیا میں تجھے اس سے بہتر بات نہ بتاؤں؟ میں نے کہا: ضرور بتائیں، اس نے کہا: کہو: اللہ اکبر اللہ اکبر، پھر اس نے اذان اور اقامت بیان کی، پھر جب صبح ہوئی تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور آپ کو اپنا خواب بتایا۔

آپ نے فرمایا: ''یہ سچا خواب ہے ان شاء اللہ۔ بلال کے ساتھ اُٹھو!'' پھر میں انھیں

(بلال رضی اللہ عنہ کو) بتاتا تھا اور وہ اذان دیتے تھے۔ پھر عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر میں یہ اذان سنی تو اپنی چادر گھسیٹتے ہوئے (جلدی جلدی) تشریف لائے اور فرمانے لگے: یا رسول اللہ! اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے! میں جو دیکھ رہا ہوں اسی طرح میں نے خواب دیکھا ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ ہی کے لئے حمد وثنا ہے۔''

اسے ابو داود (۴۹۹) اور احمد (۴/۴۳) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

انوار السنن: اس کی سند حسن ہے۔

یہ حدیث آگے بھی آ رہی ہے۔ دیکھئے: ۲۲۹، ۲۳۲

اسے ابن خزیمہ (۳۷۱) ابن حبان (الموارد: ۲۸۷) اور ترمذی (۱۸۹) وغیرہم نے صحیح قرار دیا ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي التَّرْجِيعِ
ترجیع (والی اذان) سے متعلق باب

۲۲۶) عَنْ أَبِي مَحْذُورَةَ رضي الله عنه قَالَ: عَلَّمَنِي رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم الْأَذَانَ فَقَالَ: **((اَللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ.))** ثُمَّ يَعُوْدُ فَيَقُوْلُ: **((أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ. حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ اللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ.))**

رَوَاهُ النِّسَائِيُّ وَ أَبُوْ دَاوُدَ وَ ابْنُ مَاجَه وَ إِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ وَ أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ بِتَثْنِيَةِ التَّكْبِيْرِ.

ابو محذورہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اذان سکھائی تو فرمایا: ''اللہ اکبر اللہ اکبر، اللہ اکبر اللہ اکبر، اشہد ان لا الہ الا اللہ، اشہد ان لا الہ الا اللہ، اشہد ان محمداً

رسول اللہ، اشھد ان محمداً رسول اللہ، پھر آپ دوبارہ فرماتے: اشھد ان لا الٰہ الا اللہ اشھد ان لا الٰہ الا اللہ، اشھد ان محمداً رسول اللہ، اشھد ان محمداً رسول اللہ، حی علی الصلوٰۃ، حی علی الصلوٰۃ، حی علی الفلاح، حی علی الفلاح، اللہ اکبر اللہ اکبر، لا الٰہ الا اللہ۔''

اسے نسائی (۲/۴-۵ ح ۶۳۲) ابو داود (۵۰۲) اور ابن ماجہ (۷۰۸-۷۰۹) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

اور مسلم (۳۷۹) نے اسے دو دفعہ تکبیر کے الفاظ سے روایت کیا ہے۔

انوار السنن: صحیح حدیث ہے۔

ترجیع والی اذان کا مطلب یہ ہے کہ دو دفعہ اشھد ان لا الٰہ الا اللہ اور اشھد ان محمداً رسول اللہ کہنے کے بعد یہی کلمات دو دفعہ مزید کہے جائیں، اس طرح چار دفعہ اشھد ان لا الٰہ الا اللہ اور چار دفعہ اشھد ان محمداً رسول اللہ کلمات ہو جاتے ہیں۔

اس صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی ﷺ نے اپنے مسلمان صحابی کو ترجیع والی اذان سکھائی اور یہ صحابی اس پر ہمیشہ ساری عمر عمل کرتے رہے۔ نیموی نے ابن جوزی سے نقل کیا ہے کہ اس وقت ابومحذورہ کافر تھے۔ یہ قول کئی وجہ سے مردود اور باطل ہے مثلاً:

۱: ابومحذورہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے اس وقت فرمایا تھا: میں نے کہا: یا رسول اللہ! مجھے اذان کا طریقہ سکھائیں۔ (سنن ابی داود: ۵۰۰، عون المعبود ۱/۱۹۰)

ظاہر ہے کہ آپ کو اللہ کا رسول ماننے والا مسلمان ہوتا ہے۔

۲: ابن الجوزی نے کوئی دلیل بیان نہیں کی، لہٰذا بے دلیل بات کی کیا حیثیت ہوتی ہے؟ نیز ایک دوسری روایت کے بارے میں عبدالقیوم حقانی صاحب لکھتے ہیں: ''یہ ابن الجوزیؒ کا وہم ہے'' الخ (توضیح السنن ج ۱ ص ۴۷۰)

صحیح مسلم کے بعض نسخوں میں چار دفعہ اللہ اکبر ہے، لہٰذا یہ عین ممکن ہے کہ صحیح مسلم کے بعض قدیم نسخوں سے چار دفعہ تکبیر کے الفاظ رہ گئے ہوں۔ واللہ اعلم

۲۲۷) وَعَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ عَلَّمَهُ الْأَذَانَ تِسْعَ عَشْرَةَ كَلِمَةً وَالْإِقَامَةَ

سَبْعَ عَشْرَةَ كَلِمَةً . رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ آخَرُوْنَ وَ إِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ .

اور انھی (سیدنا محذورہ رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اذان سکھائی تھی جس میں انیس (۱۹) کلمے تھے اور اقامت (سکھائی تو) اس میں سترہ (۱۷) کلمے تھے۔

اسے ترمذی (۱۹۲) اور دوسروں (مثلاً امام مسلم: ۳۷۹، اور ابوداود: ۵۰۲) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

انوار السنن: صحیح ہے۔ نیز دیکھئے حدیث: ۲۳۷

یہ حدیث ترجیع والی اذان کے جواز پر بہت واضح دلیل ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي عَدَمِ التَّرْجِيْعِ

عدمِ ترجیع کے بارے میں باب

۲۲۸) عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: **((إِذَا قَالَ الْمُؤَذِّنُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ فَقَالَ أَحَدُكُمْ: اَللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ ثُمَّ قَالَ: أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ قَالَ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ثُمَّ قَالَ: أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ قَالَ: أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ ثُمَّ قَالَ: حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ قَالَ: لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ ثُمَّ قَالَ: حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ قَالَ: لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ ثُمَّ قَالَ: اَللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ قَالَ: اَللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ ثُمَّ قَالَ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ قَالَ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مِنْ قَلْبِهٖ دَخَلَ الْجَنَّةَ.))** رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب مؤذن اللہ اکبر اللہ اکبر کہتا ہے تو تم میں سے جو شخص اللہ اکبر اللہ اکبر کہتا ہے۔ پھر مؤذن اشھد ان لا الٰہ الا اللہ کہتا ہے تو یہ بھی اشھد ان لا الٰہ الا اللہ کہتا ہے، پھر مؤذن اشھد ان محمداً رسول اللہ کہتا ہے تو یہ بھی اشھد ان محمداً رسول اللہ کہتا ہے۔ پھر مؤذن حی علی الصلوٰۃ کہتا ہے تو یہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ کہتا ہے۔ پھر مؤذن حی علی الفلاح کہتا ہے تو یہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ

کہتا ہے۔ پھر مؤذن اللہ اکبر اللہ اکبر کہتا ہے تو یہ بھی اللہ اکبر اللہ اکبر کہتا ہے۔ پھر مؤذن لا الٰہ الا اللہ کہتا ہے تو یہ بھی خلوص دل سے لا الٰہ الا اللہ کہتا ہے۔ یہ شخص جنت میں داخل ہوگا۔''

اسے مسلم (۳۸۵) نے روایت کیا ہے۔

انوار السنن: اس حدیث سے ترجیع کی مخالفت ثابت نہیں ہوتی بلکہ مسئلہ یہ ہے کہ ترجیع بھی صحیح ہے اور عدم ترجیع بھی صحیح ہے۔ اگر اذان ترجیع والی ہو تو اقامت دہری کہنی چاہئے اور اگر اذان عدمِ ترجیع والی ہو تو اقامت اکہری کہنی چاہئے، اس طرح سے تمام احادیث پر عمل ہو جاتا ہے اور جمع و تطبیق ہو جاتی ہے۔

ان لوگوں پر تعجب ہے جو طریقۂ اقامت تو ترجیع والی اذان سے لیتے ہیں اور پھر ترجیع والی اذان کی سخت مخالفت بھی کرتے ہیں بلکہ تقلیدی جنون میں صحابیِ رسول رضی اللہ عنہ کو دائرہ اسلام سے باہر نکال کر کافر قرار دیتے ہیں۔ سبحان اللہ!

اللہ ان لوگوں کو ہدایت دے جو تفقہ کے نام پر عدمِ تفقہ اور انکارِ حدیث و توہینِ سلف صالحین کے راستے پر آنکھیں بند کر کے سرپٹ دوڑے جا رہے ہیں۔

فائدہ: عبدالقیوم حقانی دیوبندی نے الفاظ کے ہیر پھیر اور طویل کلام کے بعد لکھا ہے:

''احناف کے نزدیک عدمِ ترجیع اولیٰ ہے تاہم ترجیع کے جواز میں کوئی کلام نہیں۔''

(توضیح السنن ج ۱ ص ۴۵۷)

جب جائز ہے تو کبھی اس پر بھی عمل کر کے دکھا دیں۔!

۲۲۹) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَدْ هَمَّ بِـالْبُوقِ وَأَمَرَ بِالنَّاقُوسِ فَنُحِتَ فَأُرِيَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ زَيْدٍ فِي الْمَنَامِ قَالَ: رَأَيْتُ رَجُلًا عَلَيْهِ ثَوْبَانِ أَخْضَرَانِ يَحْمِلُ نَاقُوسًا فَقُلْتُ لَهُ: يَا عَبْدَ اللّٰهِ! تَبِيعُ النَّاقُوسَ؟ قَالَ: وَمَا تَصْنَعُ بِهِ؟ قُلْتُ: أُنَادِي بِهِ إِلَى الصَّلَاةِ. قَالَ: أَفَلَا أَدُلُّكَ عَلَى خَيْرٍ مِنْ ذٰلِكَ؟ قُلْتُ: وَمَا هُوَ؟ قَالَ: تَقُولُ: اللّٰهُ

أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ اللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ قَالَ: فَخَرَجَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ زَيْدٍ حَتَّى أَتَى رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَأَخْبَرَهُ بِمَا رَأَى قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! رَأَيْتُ رَجُلًا عَلَيْهِ ثَوْبَانِ أَخْضَرَانِ يَحْمِلُ نَاقُوْسًا فَقَصَّ عَلَيْهِ الْخَبَرَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: **((إِنَّ صَاحِبَكُمْ قَدْ رَأَى رُؤْيَا فَاخْرُجْ مَعَ بِلَالٍ إِلَى الْمَسْجِدِ فَأَلْقِهَا عَلَيْهِ وَلْيُنَادِ بِلَالٌ فَإِنَّهُ أَنْدَى صَوْتًا مِنْكَ))** قَالَ: فَخَرَجْتُ مَعَ بِلَالٍ إِلَى الْمَسْجِدِ فَجَعَلْتُ أُلْقِيهَا عَلَيْهِ وَهُوَ يُنَادِي بِهَا قَالَ: فَسَمِعَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ بِالصَّوْتِ فَخَرَجَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! وَاللّٰهِ لَقَدْ رَأَيْتُ مِثْلَ الَّذِي رَأَى .

رَوَاهُ ابْنُ مَاجه وَ أَبُو دَاوُدَ وَ أَحْمَدُ وَ صَحَّحَهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ خُزَيْمَةَ وَالْبُخَارِيُّ فِيْمَا حَكَاهُ عَنْهُ التِّرْمِذِيُّ فِي الْعِلَلِ.

اور عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سینگ (بوق) بنانے کا ارادہ کیا تھا، پھر آپ نے ناقوس بنانے کا حکم دیا تو اسے گھڑ لیا گیا، پھر عبداللہ بن زید (رضی اللہ عنہ) نے خواب دیکھا، وہ فرماتے ہیں: میں نے ایک آدمی دیکھا جس نے دو سبز کپڑے پہنے ہوئے تھے، اس نے ناقوس اٹھا رکھا تھا تو میں نے کہا: اے اللہ کے بندے! کیا تو یہ ناقوس بیچتا ہے؟

اس نے کہا: تم اسے کیا کرو گے؟ میں نے کہا: میں اس کے ساتھ نماز کے لئے آواز دوں گا۔ اس نے کہا: کیا میں تجھے اس سے بہتر نہ بتاؤں؟ میں نے کہا: وہ کیا ہے؟ اس نے کہا: تم کہو اللہ اکبر، اللہ اکبر اللہ اکبر، اللہ اکبر اشہد ان لا الہ الا اللہ، اشہد ان لا الہ الا اللہ، اشہد ان محمدًا رسول اللہ اشہد ان محمدًا رسول اللہ، حی علی الصلوٰۃ حی علی الصلوٰۃ ، حی علی

الفلاح حی علی الفلاح اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ۔ پھر عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ باہر نکل کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو اپنا خواب بیان کر دیا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں نے ایک آدمی دیکھا جس پر دو سبز کپڑے تھے (اور) اس نے ایک ناقوس (گھنٹہ) اٹھا رکھا تھا، پھر انھوں نے پوری بات آپ کے سامنے بیان کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تمھارے ساتھی نے خواب دیکھا ہے۔ پس تم بلال کے ساتھ مسجد کی طرف جاؤ، پھر اسے یہ اذان سکھاؤ اور بلال اذان دیں کیونکہ ان کی آواز تمھاری آواز سے زیادہ بلند ہے۔'' (سیدنا عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے) فرمایا: میں بلال کے ساتھ مسجد گیا، پھر میں انھیں اذان سکھانے لگا اور وہ اذان دینے لگے تو عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے آواز سنی۔ وہ (گھر سے) باہر تشریف لائے اور کہا: اے اللہ کے رسول! اللہ کی قسم! میں نے بھی ایسا خواب دیکھا ہے۔

اسے ابن ماجہ (۷۰۶) ابو داود (۴۹۹) اور احمد (۴/۴۳) نے روایت کیا ہے اور ترمذی (۱۸۹، وقال: حدیث حسن صحیح) ابن خزیمہ (۳۶۳، ۳۷۱) اور بخاری نے اسے صحیح کہا ہے، جیسا کہ ترمذی نے کتاب العلل میں نقل کیا ہے۔

انوار السنن: حسن ہے۔

یہ حدیث پہلے گزر چکی ہے۔ دیکھئے: ۲۲۵، نیز دیکھئے: ۲۳۲

تنبیہ: اس حدیث سے عدمِ ترجیع ہرگز ثابت نہیں ہوتی بلکہ دو طریقوں میں سے ایک طریقے کا اثبات ہے اور دوسرے کی نفی نہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسنون اذان مسجد میں ہی دینی چاہیے، سوائے جمعہ کی تیسری اذان کے جو کہ مسجد سے باہر بازار میں دی جاتی ہے اور اسے عثمانی اذان کہتے ہیں۔ امام ترمذی کی طرف منسوب العلل الکبیر باسند صحیح ثابت نہیں۔

(دیکھئے الحدیث حضرو: ۳۸ ص ۳۱، ش ۱۰۲ ص ۲۷)

اس کے بدلے میں عرض ہے کہ ابن حبان (۲۸۷) نے بھی اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

بَابُ فِي إِفْرَادِ الْإِقَامَةِ
اکہری اقامت کا باب

۲۳۰) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: أُمِرَ بِلَالٌ أَنْ يَشْفَعَ الْأَذَانَ وَ يُوْتِرَ الْإِقَامَةَ. رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ وَ زَادَ بَعْضُهُمْ إِلَّا الْإِقَامَةِ.

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بلال (رضی اللہ عنہ) کو حکم دیا گیا تھا کہ دہری اذان اور اکہری اقامت کہیں۔

اسے ایک جماعت (بخاری: ۶۰۳، مسلم: ۳۷۸، ابو داود: ۵۰۸۔ ۵۰۹، ترمذی: ۱۹۳، وقال: "حدیث حسن صحیح" نسائی ۲/۳ ح ۶۲۸، ابن ماجہ: ۷۲۹۔ ۷۳۰، اور احمد ۳/۱۰۳) نے روایت کیا ہے اور بعض نے یہ اضافہ بیان کیا ہے کہ سوائے اقامت کے۔

[یعنی قد قامت الصلوٰۃ قد قامت الصلوٰۃ دو دفعہ ہوگی۔]

انوار السنن: متفق علیہ

دہری اذان سے مراد درج ذیل اذان ہے:

اللہ اکبر اللہ اکبر، اللہ اکبر اللہ اکبر، اشہد ان لا الٰہ الا اللہ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ، اشہد ان محمداً رسول اللہ اشہد ان محمداً رسول اللہ، حی علی الصلوٰۃ حی علی الصلوٰۃ، حی علی الفلاح حی علی الفلاح، اللہ اکبر اللہ اکبر، لا الٰہ الا اللہ۔

(کل کلمات ۱۳ ہیں، بشرطیکہ اللہ اکبر اللہ اکبر کو ایک کلمہ سمجھا جائے۔)

اکہری اقامت سے مراد درج ذیل اقامت ہے:

اللہ اکبر اللہ اکبر، اشہد ان لا الٰہ الا اللہ، اشہد ان محمداً رسول اللہ، حی علی الصلوٰۃ، حی علی الفلاح، قد قامت الصلوٰۃ قد قامت الصلوٰۃ، اللہ اکبر اللہ اکبر، لا الٰہ الا اللہ۔

(کل کلمات ۱۱ ہیں، بشرطیکہ اللہ اکبر اللہ اکبر کو دو کلمے سمجھا جائے)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جو شخص اذان کہے، وہی اقامت بھی کہے۔

اگر مؤذن کی طرف سے اجازت ہو یا کوئی شرعی عذر ہو تو دوسرا شخص بھی اقامت

کہہ سکتا ہے۔

۲۳۱) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ قَالَ: إِنَّمَا كَانَ الْأَذَانُ عَلَى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ وَالْإِقَامَةُ مرةً مرةً غير أَنَّهُ يَقُوْلُ: قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةِ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةِ . رَوَاهُ أَحْمَدُ وَ أَبُو دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَإِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ .

اور ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اذان تو دو دو دفعہ (دہری) تھی اور اقامت ایک ایک دفعہ (اکہری) تھی، سوائے یہ کہ قد قامت الصلوٰۃ قد قامت الصلوٰۃ کے کلمات دو دو دفعہ ہوتے تھے۔

اسے احمد (۲/ ۸۵) ابوداود (۵۱۰۔ ۵۱۱) اور نسائی (۲/ ۳ ح ۶۲۹) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

انوار السنن: صحیح ہے۔

اسے ابن خزیمہ (۳۷۴) ابن حبان (الموارد: ۲۹۰، ۲۹۱) حاکم (۱/ ۱۹۷۔ ۱۹۸) اور ذہبی نے صحیح قرار دیا ہے، نیز مسند ابی عوانہ (۱/ ۳۲۹) وغیرہ میں اس کا ایک شاہد بھی ہے جس کی سند صحیح ہے۔ والحمدللہ

نیموی صاحب نے لکھا ہے: بعض لوگ کہتے ہیں کہ اکہری اقامت والی روایت منسوخ ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بلال رضی اللہ عنہ دہری اقامت کہتے تھے، جیسا کہ آگے آ رہا ہے۔ (التعلیق الحسن ص ۱۰۹)

عرض ہے کہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ سے دہری اقامت ثابت نہیں جیسا کہ آگے آ رہا ہے، لہٰذا نسخ کا دعویٰ باطل و مردود ہے۔

۲۳۲) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: طَافَ بِيْ وَ أَنَا نَائِمٌ رَجُلٌ فَقَالَ: تَقُوْلُ: اَللّٰهُ أَكْبَرُ فَذَكَرَ الْأَذَانَ بِتَرْبِيْعِ التَّكْبِيْرِ بِغَيْرِ تَرْجِيْعٍ وَالْإِقَامَةَ فُرَادَى إِلَّا قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةِ . أَخْرَجَهُ أَحْمَدُ وَ أَبُوْ دَاوُدَ وَ

إِسْنَادُهُ حَسَنٌ .

اور عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں سویا ہوا تھا کہ ایک آدمی میرے پاس سے گزرا، پھر اس نے کہا: تو اللہ اکبر کہہ، پھر اس نے ترجیع کے بغیر دہری اذان بیان کی اور اقامت اکہری کہی، سوائے قد قامت الصلوٰۃ کے (یہ دو دفعہ ہے)

اسے احمد (۴/۴۳) اور ابوداود (۴۹۹) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

انوار السنن: اس کی سند حسن ہے۔

یہ حدیث پہلے گزر چکی ہے: ۲۲۵، ۲۲۹

اس حدیث میں ترجیع والی اذان کا ذکر نہیں اور یہ عرض کر دیا گیا ہے کہ اذان کے دونوں طریقے صحیح ہیں: ترجیع والی اذان بھی اور بغیر ترجیع والی اذان بھی۔

جس پر بھی عمل کریں ثواب ملے گا۔

اس حدیث میں اکہری اقامت کا ذکر ہے جس سے بعض حضرات کو چڑ ہے۔

نیموی صاحب نے اس کے معارض مصنف ابن ابی شیبہ سے ایک روایت پیش کی ہے جو عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ عن اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہے۔

(التعلیق الحسن ص ۱۱۰)

یہ روایت ثابت نہیں، بلکہ ضعیف و مردود ہے۔ دیکھئے حدیث: ۲۳۳

نیموی صاحب نے ابوالعمیس عن عبداللہ بن زید والی ایک روایت پیش کی ہے۔

یہ روایت بھی صحیح نہیں۔ دیکھئے حدیث: ۲۳۵

نیموی صاحب نے یہاں امام محمد بن اسحاق بن یسار پر جرح کر دی ہے مگر دوسری جگہ وہ ان کی بیان کردہ حدیثوں کو حسن اور صحیح کہتے ہیں۔ مثلاً دیکھئے حدیث: ۳۹، ۸۳۴

بلکہ مزے کی بات یہ ہے کہ وہ محمد بن اسحاق کی مذکورہ بالا روایت کے بارے میں خود لکھتے ہیں: "و إسناده حسن"

لہٰذا خود ان کے اپنے اصول سے "في حفظه شئ" والی جرح یہاں مردود

ہے۔ والحمدللہ

عبدالقیوم حقانی دیوبندی نے لکھا ہے: ''کیونکہ ہمارے نزدیک ایتار جائز ہے لیکن بہتر شفع ہے'' (توضیح السنن ج ۱ ص ۴۶۵)

عرض ہے کہ پھر اپنے عوام کو کہہ دیں کہ وہ اکہری اقامت کی مخالفت نہ کریں، کیونکہ جائز کام کی مخالفت کرنا ناجائز ہوتا ہے۔

بَابٌ: فِي تَثْنِيَةِ الْإِقَامَةِ

دہری اقامت کا باب

۲۳۳) عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى قَالَ حَدَّثَنَا أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ ﷺ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ الْأَنْصَارِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! رَأَيْتُ فِي الْمَنَامِ كَانَ رُجُلًا قَامَ وَعَلَيْهِ بُرْدَانِ أَخْضَرَانِ فَقَامَ عَلَى حَائِطٍ فَأَذَّنَ مَثْنَى مَثْنَى وَاقَامَ مَثْنَى مَثْنَى . رَوَاهُ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَ إِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ .

عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ (رحمہ اللہ) سے روایت ہے کہ ہمیں محمد ﷺ کے صحابہ نے حدیث بیان کی، بے شک عبداللہ بن زید الانصاری رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے پاس آئے تو عرض کیا: یارسول اللہ! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ ایک آدمی کھڑا ہوا اور اس پر دو سبز کپڑے ہیں، وہ دیوار پر کھڑا ہوا، پھر اذان دو دو دفعہ اور اقامت دو دو دفعہ کہی۔

اسے ابن ابی شیبہ (۲۰۳/۱ ح ۲۱۱۸) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

انوارالسنن: اس کی سند ضعیف ہے۔

اس میں اعمش راوی مدلس ہیں۔ (تقدم: ۴۲) اور یہ روایت عن سے ہے۔

مدلس کی عن والی روایت کو صحیح کہنا ان لوگوں کا کام ہے جو خود لکھتے ہیں: تدلیس کے گمان کی وجہ سے مدلس کی عن والی روایت حجت نہیں ہوتی۔

(التعلیق الحسن ص ۱۶۰، نیز دیکھئے حدیث سابق: ۱۰ کا حاشیہ)

اور پھر خود اپنا لکھا ہوا بھی بھول جاتے ہیں۔!

یہاں پر یہ بات بھی بہت عجیب وغریب ہے کہ مدلس کی اس ضعیف روایت کو ابن دقیق العید متصل (!) اور ابن حزم بہت زیادہ صحیح قرار دیتے ہیں۔

(التعلیق الحسن ص ۱۱۰)

ان دونوں بزرگوں کے یہ اقوال اصولِ حدیث کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود ہیں۔

یہ بھی یاد رہے کہ حافظ ابن حجر نے طبقات المدلسین کی جو تقسیم بنائی ہے اس پر کسی کا اتفاق نہیں بلکہ خود حافظ صاحب سے اس تقسیم کی مخالفت ثابت ہے۔

(دیکھئے الحدیث: ۱۰۲، ص ۳۱)

واضح رہے کہ سیدنا عبداللہ بن زید الانصاری رضی اللہ عنہ سے دہری اقامت ثابت نہیں ہے۔ دیکھئے حدیث: ۲۳۵۔ ۲۳۶

۲۳۴) وَعَنْهُ قَالَ أَخْبَرَنِي أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ ﷺ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ الْأَنْصَارِيَّ رضی اللہ عنہ رَأَى فِي الْمَنَامِ الْاذَانَ فَأَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَأَخْبَرَهُ فَقَالَ: ((**عَلِّمْهُ بِلَالًا**)) فَأَذَّنَ مَثْنَى مَثْنَى وَ اَقَامَ مَثْنَى مَثْنَى وَقَعَدَ قَعْدَةً . رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَ إِسْنَادُهُ صَحِيحٌ .

اور انھی (عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ رحمہ اللہ، تابعی) سے روایت ہے کہ مجھے محمد ﷺ کے صحابہ نے بتایا کہ بے شک عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے خواب میں اذان دیکھی، پھر وہ نبی ﷺ کے پاس آئے اور خواب بتایا تو آپ نے فرمایا: ''اسے بلال کو سکھا دو۔''

پس انھوں نے اذان دہری اور اقامت دہری کہی اور ان کے درمیان میں کچھ دیر بیٹھے۔ اسے طحاوی (۱/۱۳۴) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

انوار السنن: اس کی سند ضعیف ہے۔

اس میں بھی اعمش مدلس ہیں (دیکھئے حدیث سابق: ۲۳۳) اور یہ روایت عن سے ہے۔

۲۳۵) وَعَنْ أَبِي الْعُمَيْسِ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ الْأَنْصَارِيِّ رضی اللہ عنہ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّهُ أُرِيَ الْأَذَانُ مَثْنَى مَثْنَى وَالْإِقَامَةُ مَثْنَى مَثْنَى قَالَ فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ: ((عَلِّمْهُنَّ بِلَالًا)) قَالَ فَتَقَدَّمْتُ فَأَمَرَنِي أَنْ أُقِيْمَ . رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي الْخَلَافِيَاتِ وَقَالَ الْحَافِظُ فِي الدِّرَايَةِ (۱/ ۱۲۵) إِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ .

اور ابوالعمیس سے روایت ہے کہ میں نے عبداللہ بن محمد بن عبداللہ بن زید الانصاری رضی اللہ عنہ کو حدیث بیان کرتے ہوئے سنا، وہ اپنے والد سے، وہ اُن کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے خواب میں اذان دو دو دفعہ اور اقامت دو دو دفعہ دیکھی، فرمایا: پھر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو آپ کو (خواب کا) واقعہ بیان کر دیا، آپ نے فرمایا: ''بلال کو یہ کلمات سکھا دو۔'' پھر میں آگے ہوا تو آپ نے مجھے حکم دیا کہ میں اقامت کہوں۔ اسے بیہقی نے کتاب الخلافیات (مختصر خلافیات ۱/ ۵۰۵، نصب الرایہ ۱/ ۲۷۰) میں روایت کیا ہے اور حافظ (ابن حجر عسقلانی) نے الدرایہ (۱/ ۱۱۵ ح ۱۱۵) میں کہا: اس کی سند صحیح ہے۔

انوارالسنن: اس کی سند ضعیف ہے۔

اس میں عبداللہ بن محمد مستور یعنی مجہول الحال راوی ہے، لہٰذا حافظ ابن حجر کا اس کی سند کو صحیح کہنا صحیح نہیں کیونکہ خود حافظ ابن حجر نے عبداللہ بن محمد بن عبداللہ بن زید کے بارے میں لکھا ہے:

'' مختلف في إسناده ، مقبول '' (تقریب التھذیب: ۳۵۸۶)

یعنی وہ مقبول (مجہول الحال) راوی ہے اور سند میں بھی اختلاف ہے۔

۲۳۶) وَعَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدِ الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ أَذَانَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَكَانَ أَذَانُهُ وَإِقَامَتُهُ مَثْنَى مَثْنَى . رَوَاهُ أَبُو عَوَانَةَ فِي صَحِيْحِهِ وَهُوَ مُرْسَلٌ قَوِيٌّ .

اور (عامر بن شراحیل) الشعبی (رحمہ اللہ) سے روایت ہے کہ عبداللہ بن زید الانصاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اذان سنی ہے۔ پس آپ کی اذان اور اقامت دو دو بار تھی۔

اسے ابوعوانہ نے اپنی صحیح (۱/ ۳۳۱) میں روایت کیا ہے اور اس کی سند مرسل قوی ہے۔

انوار السنن: اس کی سند ضعیف ہے۔

نیموی صاحب نے خود اسے مرسل یعنی منقطع تسلیم کر کے اس روایت کا ضعیف ہونا واضح کر دیا ہے۔ اب یہ پروپیگنڈا کرنا کہ فلاں کی مرسل صحیح ہوتی ہے یا مرسل بذاتِ خود حجت ہوتی ہے، اصولِ حدیث کے خلاف ہونے کی وجہ سے غلط ہے۔ مرسل یعنی منقطع روایت ضعیف و مردود ہی کی ایک قسم ہے اور یاد رہے کہ مرسل روایت کو بعض لوگ اس وقت حجت سمجھتے ہیں جب وہ ان کی خواہشاتِ نفسانیہ کے مطابق ہوتی ہے ورنہ مرسل کو اللہ کی مخلوق میں سب زیادہ رد کرنے والے یہی حضرات ہیں۔

مثال اوّل: اسی کتاب میں سوید بن قیس رحمہ اللہ کی سیدنا معاویہ بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت (جو کہ صحیح کی روایت کی تائید میں ہے) کو ضعیف ثابت کرنے کے لئے نیموی صاحب نے کیا کیا قلابازیاں کھائی ہیں۔ دیکھئے التعلیق الحسن (ص ۲۸۸ تحت ح ۵۵۰)

حالانکہ یہ روایت زیادہ سے زیادہ ان کے اپنے اصول سے مرسل صحیح بنتی ہے مگر کیا کیا جائے کہ انھیں تقلید نے مجبور کر دیا ہے۔

مثال دوم: محمد بن ابراہیم التیمی نے قیس بن قہد رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایک منقطع (مرسل) روایت بیان کی ہے، اس کے بارے میں نیموی صاحب کہتے ہیں: "إسنادہ ضعیف" (آثار السنن: ۷۳۲)!! سبحان اللہ!